وکلمۃ اللہ ہی العلیا

الحمد للہ کہ مجموعہ تقریرات اعتراضات [illegible]

مباحثہ شاہجہانپور

کہ رئیس المتکلمین جناب سیدنا و مولانا مولوی محمد قاسم صاحب اور حضرات مجمع میلہ پنڈت دیانند
و منشی اندرمن و پادری اسکاٹ مفسر انجیل و پادری نولس صاحبان وغیرہ
در سنہ ۱۲۹۵ ہجری نبوی صلی اللہ علیہ وسلم بمقام شاہجہانپور کردہ بود
بماہ جنوری سنہ ۱۹۰۱ء

بمطبع مجتبائی واقع دہلی طبع گردید

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب گر دلیلت باید ازوے رو متاب

یا اللہ تیری ذات پاک سب پر محیط اور سب پر غالب۔ سب تیرے جویاں اور سب تیرے طالب۔ لیکن تیری معرفت وہم کی رسائی سے الگ خیال کی مجال سے پرے۔ قیاس کی وسعت سے باہر ہے۔ اس لئے تیرے سچے رسول نے وہمی خداؤں کی بندگی سے دُنیا کو چھڑایا۔ اور جو قدرتی اُصول تو نے ہر انسان کے دل میں رکھدیے ہیں اُنکو شگفتہ کیا۔ تیرے کلام پاک نے ایمان بالغیب کی تعلیم دی اور تیری جانب رجوع کرنے کا ایسا طریقہ سکھایا جو فی الحقیقت ہماری بندگی اور تیری خدائی ہمارے نقص اور تیرے کمال کے لئے شایاں ہے۔

یا اللہ تیرا احسان سب پہ کھلا مگر سب سے افضل رسُول ہے جو تیرے مقدس کلام سے گویا ہوا اور جس نے تیری روشن ہدایت سے عقل کو نور دل کو سرور بخشا اُس نے ایسا علم اور ایسی مستقیم راہ نسلِ انسان کو بتائی ہے کہ جو انسان کے حق میں کامل رحمت اور اعلےٰ نعمت ہے صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ واصحابہٖ اجمعین۔ لیکن طالب صادق اور شوق کامل درکار ہے اب بھی نائبانِ رسولؐ اور علماء فحول ایسے موجود ہیں جن کا بیان منشاء الٰہی کی تفسیر اور علم انبیاء علیہم السلام کی تشریح ہے۔ اور اس سے سامعین کے دل کو تشفی اور پڑھنے والوں کے قلب کو کامل خوشی حاصل

ہو سکتی ہے۔ چنانچہ میلۂ خداشناسی واقع شاہجہان پور میں جو علماء اسلام و ہنود و عیسائیوں
کا مباحثہ ہوا اُس کی کیفیت ناچیز کمترین انام محمد الحسن نام اہل نظر کے روبرو پیش کرتا ہے ؎

وہو ہذا

صاحبو۔ اس جلسہ کے بانی مبانی منشی پیارے لال کبیر پنتھی ساکن چاندا پور ضلع و تحصیل
شاہجہان پور ہیں۔ ذی مقدور اور صاحب جائداد شخص ہیں۔ پادری نولس صاحب جو
بارسال تک مشن اسکول شاہ جہان پور کے ماسٹر رہے۔ اور اب کانپور کو بدل گئے ہیں جب
شاہجہان پور کے دیہات کا دورہ کیا کرتے تو چاندا پور میں بھی اکثر وعظ کہتے اور منشی
پیارے لال اُن کے لکچر کو بگوش دل سنتے رفتہ رفتہ پادری صاحب نے اپنی توجہ اُن پر
ڈالی اور اُنس و تپاک پیدا کیا۔ اور پھر آپ جانتے ہیں کہ اول تو پادری صاحب اور پھر
وہ بھی یورپ میں۔ پس ان کے خلق کی بُو اور صحبت کی حرارت پوستی کی آنچ تو تھی نہیں
جو خالی جاتی۔ تپ دق کی طرح اعضاے باطنی و اصلی تک پہنچگئی اور پھر یہ بھی ہوا کہ پادری
صاحب کی ملاقات سے اُن کی عزت اور توقیر بھی بڑھ گئی۔ جب اُنکے خیر خواہوں نے دیکھا
کہ منشی صاحب اپنی حالت دیرینہ کی طرح اپنے آبائی عقیدے کو بھی پارینہ سمجھنے لگے تو انہوں نے
یہ صلاح دی کہ اپنی مملوکہ زمین اور باغات موضع سرپانگ پور ملحق سوانہ چاندا پور میں بلب
دریاے گرا ایک میلۂ خداشناسی مقرر کرو اور اُس میں علماے مذاہب مختلفہ کا مناظرہ ہو
اور طرح طرح کی مخلوق دُور اور نزدیک کے جمع ہوں جس سے تحقیق مذہب بھی ہو جائیگی
اور اس میلے سے کچھ اور بھی فائدے کی صورت ہو گی۔ چنانچہ اُنہوں نے ایسا ہی کیا
کہ مسٹر رابرٹ جارج کری صاحب بہادر کلکٹر مجسٹریٹ شاہجہان پور سے اجازت حاصل کر کے
بارسال ۷۔ مئی کو عین شباب گرمی میں یہ میلہ منعقد کیا جس میں مدعی مذہب عیسائی
پادری نولس صاحب سب کے سرغنہ تھے اور اہل اسلام کی طرف سے مولوی **محمد قاسم**
صاحب اور مولوی سید ابوالمنصور صاحب ؎ پس اس جلسہ کا نتیجہ تو سب پر ظاہر ہے

ہوگیا تھا کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی نیلی لنگی کے نام سے فتح کا پھریرہ سارے عالم میں
مشہور ہوگیا اور کتاب کیفیت واقعی اس جلسہ کی مطبع ضیائی میں چھپی جس کا تاریخی نام
گفتگوے مذہبی ہے اور قیمت اسکی علاوہ محصول کے تین آنے ہی غرض جب پارسال
کے جلسے سے اس نواح کے عام وخاص لوگوں کے دلوں پر کیا وہ لوگ جو جلسہ میں موجود
تھے اور کیا وہ جن کو راوی صحیح ملے یہ اثر پیدا ہوا کہ مسلمانوں کے قلوب میں تو مولوی
محمد قاسم صاحب کی روشن تقریروں نے نور ایمان کو جلا دیدی اور منشی پیارے لال
کی بھی آنکھیں کھل گئیں کہ جس طرف انکی ٹکٹکی لگی ہوئی تھی ادھر سیاہی جھلکتی نظر آنے لگی
اور عام ہنود کی یہ کیفیت ہوئی کہ جس گلی کوچے میں مولوی صاحب نکلتے تھے اشارہ کرکے
لوگ کہتے تھے کہ وہ مولوی یہ ہی جس نے پادریوں کو بند کر دیا تھا اور پھیلتے کو تھام لیا تھا
اور مولوی کیا ہی اوتار ہی تو بس اس جلسہ کے لطف نے ایسا خداشناسی کا شائق بنایا کہ یہ
میلہ ہر سال کے واسطے موسم بہار میں مقرر ہوا چنانچہ اب کے ۱۹ و ۲۰ مارچ کو اسکا انعقاد
تجویز ہو کر منشی پیارے لال نے اشتہار جابجا بھیجے اور جو عالم پارسال شریک جلسہ ہوئے
تھے اُن کو بھی اور سوا ے انکے اور مشہور عالموں کو اشتہار و خطوط بھیجکر اطلاع دی۔
اخباروں میں بھی اشتہار چھپوایا۔ اور علاوہ اسکے یہ بھی شہرت ہوئی کہ اب کے بڑے
بڑے نامی گرامی پنڈت و پادری وہاں آئیں گے اور اس شہرت نے یہ اثر کیا کہ مولوی
محمد قاسم اور مولوی ابو المنصور صاحب نے اس وجہ سے تہیدستی میں یہ مفت کی
زیر باری اور بیفائدہ تضیع اوقات سے ارادہ جانے کا نہیں کیا تھا مگر صرف اس خیال
و شہرت سے کہ یہ مجمع بڑے بڑے بیدانتیوں اور مشاہیر کا ہوگا مبادا ہمارے نجانے کو
لوگ طرح دینا سمجھیں توکلا علی اللہ یہ دونوں صاحب اور دس بارہ اور بھی ان کے
ساتھ کچھ شوقین کچھ مناظرین دلی سے روانہ شاہجہاں پور ہوئے۔ ۱۷ مارچ کو یہ
سب صاحب تین بجے شاہجہاں پور میں ریل سے اترے مولوی حفیظ اللہ خاں صاحب

استقبال کے واسطے ریل پر کھڑے تھے سب کو مولانا عبد الغفور صاحب سلمہ اللہ کے
مکان پر لیگئے اور وہ مہمان نوازی کی کہ کیا کہیئے ۱۸ ۔ کو آرام کیا جلسے کے اوقات کی نسبت یہ
بات معلوم ہوئی کہ دونوں تاریخوں مذکورۂ بالا میں صبح کے ساڑھے سات بجے سے گیارہ بجے تک
اور ایک بجے سے چار بجے تک گفتگو ہوگی۔ ۱۹۔ مارچ کو مناظرین اہل اسلام آخر رات سے
اٹھکر راہی میدان مباحثہ ہوئے جو شاہجہانپور سے چھ سات کوس کے فاصلے پر تھا اور
سب صاحب سوار مولوی محمد قاسم صاحب پیادہ پا طلوع آفتاب سے کچھ بعد جا پہنچے ۔
مولوی محمد قاسم صاحب نے ندی پر پہنچے سے فراغت حاصل کرکے وضو کیا اور نوافل ادا کئے
اور نہایت خشوع و خضوع سے دعا مانگی غالباً وہ اعلای کلمۃ اللہ کے لئے ہوگی کیونکہ مولوی
صاحب دلی سے برابر یہی ہر شخص سے فرماتے آتے تھے کہ اُس بے نیاز سے دعا کرو کہ
کلمۂ حق غالب آئے الغرض میدان مباحثہ کو دیکھا تو چند خیمے استادہ ہیں مگر پادری صاحبوں
کا پتہ نہیں۔ حیران ہوئے کہ وقت مباحثہ تو قریب آیا اور بحث کرنے والا کوئی دکھائی نہیں
دیتا خیر اہل اسلام تو اُس خیمہ کے متصل جو خاص مسلمانوں کے لئے نصب ہوا تھا درختوں
کے سایہ میں بیٹھ گئے اتنے میں موتی میاں صاحب آنریری مجسٹریٹ تشریف لائے اور
صاحب سلامت کرکے انتظام میلہ میں مصروف ہوئے جب ۹ بجے ہونگے تب ایک دو
پادری چلتے پھرتے نظر آئے تھے غرض ساڑھے سات بجے کی جگہ دس بجے اُس خیمہ میں
لوگ جمع ہوئے جو مناظرہ کے لئے استادہ ہوا تھا۔ اول تو یہ مشورہ ہوا کہ تینوں فریق میں سے
چند اشخاص منتخب ہوکر علیحدہ ہو بیٹھیں اور پہلے شرائط مباحثہ تجویز کرلیں بعد اسکے
گفتگو شروع ہو اہل اسلام میں سے مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی عبد المجید صاحب
پادریوں میں سے پادری نولس صاحب اور پادری واکر صاحب اور ہنود میں سے پنڈت
دیا نند صاحب سرستی اور منشی اندرمن صاحب منتخب ہوئے اور موتی میاں صاحب مہتمم
جلسہ بھی شریک ہوئے پادری نولس صاحب نے کہا کہ ہر ایک شخص کے درس و سوال و

جواب کے واسطے ۵ منٹ کی مدت مقرر ہوا اس پر علماء اہل اسلام نے کہا کہ ۵ منٹ تھوڑے
ہیں اسمیں کیا خاک فضائل مذہب و اعتراض و جواب بیان ہو سکتے ہیں ہماری رائے میں
دو صورتوں میں سے ایک اختیار کرنی چاہئے یا تو یہ کہ مباحثہ تین دن تک اس طور سے رہے
کہ ایک روز ایک مذہب والا اپنے دین کے فضائل گھنٹہ دو گھنٹہ بیان کرے اور پھر اس
پر دوسرے مذہب والے اعتراض کریں جواب سنیں۔ یا یہ ہونا چاہیے کہ درس کے لئے
تو کم سے کم ایک گھنٹہ اور زیادہ سے زیادہ دو گھنٹے مقرر ہوں اور سوال و جواب کیلئے
دس منٹ سے بیس منٹ تک سو پادری صاحبوں نے ان دونوں میں سے ایک امر کو
بھی منظور نہ کیا ہر چند اُن سے کہا گیا کہ صاحب ۵ منٹ میں تو کچھ بھی بیان نہیں ہو سکتا
دنیوی جھگڑے جو فروع سمجھے جاتے ہیں اُن میں ہفتوں پنچایت و بحث ہوتی ہے تحقیق مذہب
۵ منٹ میں کیونکر ہو سکتی ہے اور ہم لوگ بھی تو اس جلسے کے ایک رکن ہیں ہماری رائے کی
رعایت بھی تو ضرور ہے باوجود ہر طرح کی فہمایش کے پادری صاحبوں نے ایک نہ سنی اور
پادری صاحب یہ چال چلے کہ منشی پیارے لال اور مکتا پرشاد کو بھی رکن شوری قرار دیا اور
یہ کہا کہ یہ بانی مبانی میلہ ہیں ان کی رائے بھی لینی ضرور ہے اور وہ بوجہ توافق پنہانی اور
نیز پنڈت صاحب بھی اُن کی ہاں میں ہاں ملانے لگے اس طور پر پادری صاحب کو یہ
عمدہ بہانہ ہاتھ آیا کہ کثرت آرا کا اعتبار چاہئے سب پادریوں کو خیمہ میں بلا لیا اور کہا کہ
اعتبار کثرت آرا کا چاہئے غرض جس بات کو پادری نولس صاحب کہتے تھے حضرات ہنود
بھی ہاں میں ہاں ملا دیتے اور تسلیم کرتے تھے ناچار مولوی صاحب یہ کہہ کر اُٹھ کھڑے
ہوئے کہ آپ لوگوں کی جو رائے میں آتا ہے وہی کرتے ہیں ہم سے مشورہ کرنا فضول ہے
تین گھنٹے سے ہم مغز مار رہے ہیں آپ ایک نہیں سنتے اب جو آپکی رائے میں آئے سو
کیجے ہم ہر طرح گفتگو کرنے کو موجود ہیں چاہیے پانچ منٹ مقرر کیجئے خواہ اس سے بھی کم
مولوی صاحب جب اپنے خیمہ میں تشریف لے آئے تو منشی پیارے لال نے چاہا کہ مولوی صاحب میاں

سے کچھ مشورہ کریں مولوی میاں صاحب نے ترش رو ہو کر فرمایا کہ میں آئندہ سال شریک جلسہ
نہونگا اسکے کیا معنی کہ مسلمان جو کہتے ہیں اُنکے کہنے پر تو التفات بھی نہیں کرتے اور پادری
صاحبوں کے کہنے پر بے سوچے سمجھے ہاتھ اُٹھا کر تسلیم کر لیتے ہو یہ بات بالکل سازش اور
اتفاق باہمی پر دلالت کرتی ہے اسکے بعد منشی پیارے لال مولوی محمد قاسم صاحب کے پاس
آئے اور عذر معذرت کرنے لگے کہ میں بھی مجبور ہوں پادری صاحب میری بھی نہیں سُنتے البتہ
آپ سے مجھکو توقع ہے کہ آپ میری عرض قبول فرمائینگے اسپر مولوی صاحب نے فرمایا کہ خیر
صاحب ہم کو ناچار قبول کرنا پڑے ہی گا۔ البتہ آپ سے یہ شکایت ہے کہ آپ بانی جلسہ
ہو کر عیسائیوں کی طرفداری کرتے ہیں آپکو سب کی رعایت برابر کرنی چاہئے منشی پیارے لال
نے پھر عذر کیا اور مولانا کا بہت کچھ شکریہ ادا کیا کہ آپ صاحب تو سب کچھ قبول کر لیتے
ہیں پادری صاحب بڑے ہٹ دھرم ہیں کہ کسی کی نہیں سنتے اگر اُنکے خلاف کیا جاوے
تو چلے جانے کا اندیشہ ہے اسی اثنا میں مولانا نے یہ بھی فرمایا کہ منشی صاحب خیر یہ تو جو
ہوا سو ہوا لیکن آپ اتنا کیجئے اور پادری صاحب سے کہئے کہ آج کا نصف دن تو اس جھگڑے
میں ختم ہو گیا اسکے عوض میں یہ کرنا چاہئے کہ ایک روز مباحثہ کے لئے اور بڑھایا جاوے اور
دو کی جگہ تین دن مقرر ہوں دوسرے یہ کہ وعظ کے لئے ۔ ہو منٹ مقرر ہوں منشی پیارے لال
نے اُسکو خود تو تسلیم کر لیا اور پادریوں کی طرف سے یہ جواب لائے کہ پادری نولس صاحب
کہتے ہیں کہ یہ دونوں امر ہم کو منظور نہیں مگر میرے قیام کے لئے اگر کوئی امر مانع ہوا تو
پادری اسکاٹ صاحب جو آج آنیوالے ہیں تیسرے روز بھی ٹھیرینگے وہ آپ سے گفتگو
کرینگے اسکے بعد اہل اسلام نے کھانا کھایا اور ظہر کی نماز پڑھی پھر سُنا کہ لوگ اب خیمہ
مباحثہ میں جانیوالے ہیں مناظرین اہل اسلام اس خیمہ میں داخل ہوئے حضرات ہنود
کے آنے میں کچھ دیر تھی اور اُنکے آنے سے پہلے تمام شامیانہ آدمیوں سے بھر گیا تھا
مناظرین اہل ہنود کے انتظار میں جو وقت گذرا اُسمیں مولوی محمد قاسم صاحب نے

پادری نولس صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپنے ہمارے بار بار کہنے سے بھی افزایش وقت کو تو تسلیم نہ کیا خیر اسکو تو قبول کیجئے کہ بعد اختتام وقت جلسہ کے یعنی چار بجے کے بعد کل ہم ایک گھنٹہ وعظ کہینگے آپ بھی اُس محفل میں شریک ہوں اور بعد ختم وعظ کے اعتراض کرنے کا بھی اختیار ہو بلکہ جس صاحب کے دل میں آئے وہ اعتراض کریں ہم جواب دینگے +
پادری صاحب نے کہا کہ اگر ہم بھی اسی طرح خارج وقت میں درس دینگے تو تم بھی سنوگے مولانا نے فرمایا ضرور ہم لوگ بھی شریک ہونگے بشرطیکہ اعتراض کرنے کے مجاز ہوں پادری صاحب نے کہا تو اچھا ہم بھی شریک ہونگے۔ اسی اثنا میں حضرات ہنود بھی آگئے اور اس باب میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کیا مضمون بیان ہوگا۔ باتفاق رائے یہ بات قرار پائی کہ پہلے خدا کی ذات وصفات کا بیان ہو اتنے میں منشی پیارے لال بانی مبانی جلسہ نے ایک کاغذ اُردو لکھا ہوا پیش کیا کہ یہ پانچ سوال ہماری طرف سے پیش ہوتے ہیں ان کا جواب پہلے دینا چاہئے اور وہ سوال یہ تھے کہ۔

اول دنیا کو پرمیشر نے کس چیز سے بنایا اور کس وقت اور کس واسطے ؟

سوال دوم ۔ پرمیشر کی ذات محیط کل ہے یا نہیں ؟

سوال سوم ۔ پرمیشر عادل ہے اور رحیم ہے دونوں کس طرح ہے ؟

سوال چہارم ۔ وید اور بائیبل اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے میں کیا دلیل ہے ؟

سوال پنجم ۔ نجات کیا چیز ہے اور کس طرح حاصل ہوسکتی ہے ؟ اہل جلسہ نے ان سوالوں کے جواب دینے کو قبول کیا لیکن انبوہ شائقین اسقدر ہوگیا تھا کہ شامیانے میں نہ بیٹھنے کی جگہ تھی نہ کھڑے ہونے کی اسلئے یہاں سے جلسہ پھر اُکھڑا اور شامیانے سے باہر میدان میں فرش ہوا بیچ میں میز بچھائی گئی اور اُسکے متصل ایک تخت جس پر واعظ خواہ معترض یا مجیب کھڑا ہو کر تقریر کرے اور گرداگرد کرسیاں اور صندلیاں بچھائی گئیں کرسیوں پر علماء اہل اسلام اور پادری لوگ اور پنڈت اور منتظم جلسہ اور تحریر کرنیوالے

بیٹھے باقی سب فرش کا اور فرش کے گرد عام لوگوں کے ٹھٹ کے ٹھٹ کھڑے ہوئے تھے جب مجلس جم گئی تو اس میں گفتگو ہوئی کہ پہلے کون ان سوالوں کے جواب دینے شروع کرے گا پنڈت صاحبوں سے کہا گیا کہ محفل شور رہے ہیں آپ کہہ چکے ہیں کہ آج ہم درس دینگے سو آپ بیان کریں اُنہوں نے پہلو تہی کی پادری نولس صاحب جب ایسے اصرار کر چکے تو مولوی محمد قاسم صاحب کی طرف متوجہ ہوئے مولانا نے فرمایا کہ ہمیں کچھ عذر نہیں ۔ مگر انصاف مقتضی اسی کا تھا کہ سب کے بعد ہم بیان کرتے کیونکہ دین بھی ہمارا سب سے پچھلا ہے اس پر پادری صاحب نے پنڈت دیانند سرستی صاحب سے کہا کہ آپ کیوں نہیں کہتے؟ اُنہوں نے جواب دیا کہ اچھا میں کہتا ہوں مگر جب اور سب بیان کر چکیں گے تو پھر میں بیان کروں گا ورنہ میرا بیان سب کا ناقص پڑ جاویگا ۔ غرض اسی رد و کد میں چار بج گئے تو پادری صاحب نے مولوی صاحب سے کہا کہ اچھا مولوی صاحب آپ اپنا وعظ کل کی جگہ آج ہی کہہ لیجئے کل پہلے پنڈت صاحب ان سوالوں کا جواب دینگے مولوی صاحب نے فرمایا کہ بہت اچھا مجھے تو سوالوں کے جواب دینے میں آج بھی عذر نہیں آپ خود ہی ایک دوسرے پر حوالہ کرتے ہیں اور نہ کوئی وعظ کی حامی بھرتا ہے نہ جوابوں کی ۔ خیر اب سب صاحب ذرا توقف کریں ہم نماز عصر پڑھ لیں آج وعظ کی بھی ابتدا ہم ہی کرتے ہیں اور کل جواب بھی پہلے ہم ہی دینگے اور جس صاحب کے جی میں آئے وہ اعتراض کرے یہ کہہ کر مولانا نماز پڑھ آئے اور کھڑے ہو کر ایسا زور و شور کا وعظ کہا کہ تمام جلسہ حیران رہ گیا ۔ اور ہر شخص پر ایک سکتے کا عالم تھا ۔ اُس وعظ کی تقریر یہ ہے +

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(وعظ)

اے حاضران جلسہ - یہ کمترین بغرض خیر خواہی کچھ عرض کیا چاہتا ہو سب صاحب
بگوش ہوش سنیں میری یہ گذارش بنظر خیر خواہی دنیا نہیں بلحاظ خیر اندیشی دین اور آخرت
ہی غرض اصلی میری یہ ہی کہ وہ عقائد و احکام جنکو عقائد دینی اور احکام خداوندی سمجھتا ہوں
سب حاضران جلسہ کو بالاجمال سناؤں اور اس لحاظ سے مجھکو یہ وہم ہی کہ شاید حاضران
جلسہ میری بدافعالی اور خستہ حالی پہ نظر کرکے میری گزارش پر کچھ دل نہ لگائیں اور دل
میں یہ فرمائیں خود را فضیحت و دیگراں را نصیحت مگر اہل عقل خود جانتے ہونگے کہ طبیب کا
بد پرہیز ہونا مریض کو مضر نہیں اسی طرح اگر میں خود اپنے کہے پر عمل نکروں اور
دوسروں کو سمجھاؤں تو دوسروں کا کیا نقصان ہی جو میری گزارش کو قبول نہ فرمائیں
علی ہذالقیاس منادی کرنے والے کا بھنگی ہونا حکام دنیا کے احکام قبول کرنے اور تسلیم
کرنے کو مانع نہیں اسکو کوئی نہیں دیکھتا کہ سنانے والا بھنگی ہو غریب ہوں یا امیر
عام لوگ ہوں یا نواب بھنگی کی زبان سے احکام بادشاہی سنکر سر نیاز خم کر دیتے ہیں
جب حکام دنیا کے احکام کی اطاعت میں یہ حال ہی تو احکم الحاکمین خداوند رب العالمین کے
احکام کی اطاعت میں بھی میری خستہ حالی پر نظر نہ کیجئے اس سے بھی کیا کم کہ مجھ کو بھی
بمنزلہ ایک بھنگی کے سمجھئے - غرض مجھ کو نہ دیکھئے اسکو دیکھئے کہ میں کس کے احکام سناتا
ہوں اور اسکی عظمت اور شان سے مطلع کرتا ہوں وہ بات جو سب میں اول لائق توجہ
و اطلاع ہی اپنی وجود کی کیفیت ہی کون نہیں جانتا کہ سب میں اول آدمی کو اپنی ہی
اطلاع ہوتی ہی اور سوا اپنے جس چیز کو جانتا ہی اپنے بعد جانتا ہی اسلئے سب میں اول

لائق توجہ تام اور دربارۂ علم قابل اہتمام بھی اپنے ہی وجود کی کیفیت ہی مگر اپنے وجود
کی کیفیت یہ ہی کہ دائم و قائم نہیں ایک زمانہ وہ تھا کہ ہم پردۂ عدم میں مستور تھے
اور اسکے بعد یہ زمانہ آیا کہ ہم موجود کہلائے اور طرح طرح کے آثار وجود ہم سے ظہور
میں آئے اور پھر اسکے بعد ایک ایسا زمانہ آنے والا ہی کہ یہ ہمارا وجود پھر ہم سے مثل سابق
علٰحدہ ہو جائیگا اور ہمارا ذکر جانے دو ہم سے پہلے اور ہمارے سامنے کسقدر غیر محدود
بنی آدم وغیرہم وجود میں آکر معدوم ہو گئے۔ غرض زمانۂ وجود بنی آدم وغیرہم دو عدموں
کے بیچ میں ایک زمانہ محدود ہی اس انفصال و اتصال و آمد و شد وجود سے یہ نمایاں ہی کہ
ہمارا وجود مثل نور زمین جسکو دھوپ یا چاندنی کہتے ہیں اور مثل حرارت آب گرم صفت خانہ زاد
نہیں بلکہ عطاء غیر ہے لیکن جیسے نور زمین اور حرارت آب گرم کا سلسلہ آفتاب اور آتش پر
ختم ہو جاتا ہی اس لئے بہ نسبت آفتاب و آتش کوئی شخص یہ خیال نہیں کر سکتا کہ عالم
اسباب میں آفتاب و آتش میں کسی اور کا فیض ملا ہو بلکہ ہر شخص یہی خیال کرتا ہی کہ آفتاب و
آتش میں نور و حرارت خانہ زاد ہی اور اس لئے ہر حال میں نور و حرارت آفتاب و آتش
کو لازم و ملازم رہتے ہیں ایسا کبھی نہیں ہوتا ہی کہ مثل نور زمین و حرارت آب آفتاب
و آتش سے بھی نور و حرارت منفصل ہو جائے ایسے ہی یہ بھی ضرور ہی بلکہ اُس سے بھی
زیادہ ضرور ہی کہ ہمارے تمہارے وجود کا سلسلہ کسی ایسے موجود پر ختم ہو جائے جس کا وجود
اُسکے ساتھ ہر دم لازم و ملازم رہے اور اُس کا وجود اُسکے حق میں خانہ زاد ہو عطاء
غیر نہ ہو۔ ہم اُسی کو خدا کہتے ہیں اور اسی لئے کہتے ہیں کہ اُسکا وجود عطاء غیر
نہیں خود اُسی کا ہی جب ہماری نسبت بوجہ ناپائداری وجود خدا کا ہونا ضروری ہی تعیرا
تو اب اُن اشیاء کی نسبت بھی اس بات کا دریافت کرنا ضروری ہی جنکا وجود بظاہر نظر بایں
نظر آتا ہی جیسے زمین و آسمان دریائے شور۔ ہوا۔ چاند و سورج۔ ستارے کہ نہ کسی نے
اُنکا عدم سابق دیکھا اور نہ ابتک عدم لاحق کی اُنکو نوبت آئی اس لئے یہ گزارش ہی

کہ زمین و آسمان وغیرہ اشیاء مذکورہ کو ہم دیکھتے ہیں کہ مثل اشیاء نا پائدار اُن میں
بھی دو دو باتیں ہیں ایک تو یہی وجود اور ہستی جو تمام اشیاء میں مشترک معلوم ہوتا ہے
دوسرے وہ بات جس سے ایک دوسرے سے متمیز ہے اور جن کے وسیلے سے ایک
کو دوسرے سے پہچان لیتے ہیں اور دیکھتے ہی سمجھ لیتے ہیں کہ یہ فلانی چیز ہے اس
چیز کو ہم حقیقت کہتے ہیں اور پھر یہ کہتے ہیں کہ وجود اور حقیقت دونوں باہم ایسا
رابطہ نہیں رکھتے کہ ایک دوسرے سے جدا ہی نہ ہوسکے اور مثل اثنین اور زوجیت یعنی
دو اور جفت ہونے کی ایک دوسرے کے ساتھ ایسے مربوط اور متلازم نہیں کہ ایک
دوسرے کا کسی طرح پیچھا ہی نہ چھوٹے عدد اثنین سے اُسکی زوجیت نہ خارج میں اُس سے
جدی ہو اور نہ ذہن میں علیحدہ ہو علی ہذا القیاس زوجیت سے عدد اثنین علیحدہ نہیں تا
چار اور چھ اور آٹھ وغیرہ اعداد میں بھی اگر زوجیت پائی جاتی ہے تو اسی دو کی عدد کی
بدولت پائی جاتی ہے وجہ اسکی یہ ہے کہ زوجیت کے معنی یہی ہیں کہ دو ٹکڑے صحیح بلا کسر
برابر نکل آئیں اور ظاہر ہے کہ یہ بات یعنی دو ٹکڑوں کا برابر نکل آنا اس پر موقوف ہے
کہ عدد مفروض چند اثنین یعنی چند دو کا مجموعہ ہے غرض اثنین اور زوجیت میں طرفین سے
تلازم ہے نہ یہ اُس سے جدا ہوسکے نہ وہ اس سے علیحدہ ہوسکے نہ ذہن میں نہ خارج
میں۔ اور ظاہر ہے کہ اس قسم کا ارتباط اشیاء مذکورہ کے وجود اور اُن کے حقائق
میں ہرگز نہیں یہ نہیں کہ جیسے اثنین اور زوجیت کی جدائی کسی کی عقل میں نہیں
آسکتی ایسے ہی اشیاء مذکورہ کے وجود اور حقائق کی جدائی کسی کی عقل میں نہ آسکے
چنانچہ ظاہر ہے کہ آسمان زمین کا معدوم ہوجانا عقل میں آسکتا ہے ہاں خود وجود اوس
اُس ذات کا معدوم ہونا جو صفت وجود کے حق میں ایسی ہو جیسے زوجیت کے
حق میں اثنین البتہ عقل میں نہیں آسکتا کون نہیں جانتا کہ وجود کا معدوم ہوجانا
ایسا ہے جیسا خود نور کا نور ہو کر کالا سیاہ ہو جانا اندھیرا بنجانا اور جب وجود قابل عدم

نہیں تو پھر وہ ذات جو وجود کی بھی اصل ہو اور وجود اسکے حق میں خانہ زاد ہو کیونکر معدوم ہوسکے۔ الحاصل وجود زمین و آسمان اُن کے حقائق سے علٰحدہ ہیں اور اسلئے یوں نہیں کہہ سکتے کہ اُنکا وجود اُن کا خانہ زاد ہوا اور جب خانہ زاد نہیں تو پھر بیشک عطاء غیر ہوگی اور قبل عطاء اُنکا معدوم ہونا ثابت ہوگا جس سے اُنکے وجود کے لئے ایک ابتدا نکل آئیگی اور اُنکی قدامت باطل ہوجائیگی گو وہ ابتدا تمام بنی آدم کے موجود ہونے سے سابق ہو اور اسلئے اپنے آپ ہم میں سے کسی کو اُس کی اطلاع نہ ہوئی ہو اور اسی طرح اُنکا پھر معدوم ہوجانا ممکن ہوگا کیونکہ جب وجود اشیاء مذکورہ مثل نور زمین اور حرارت آب گرم عطاء غیر ہوگا تو مثل نور زمین و حرارت آب اُنکا پھر جدا ہوجانا بھی ممکن ہوگا مگر جب وجود اشیاء مذکورہ بھی عطاء غیر نکلا تو بیشک حسب بیان سابق اُس غیر کا وجود جس کی یہ عطا ہو اُس کا خانہ زاد ہوگا اور اسلئے اُس کا وجود اُس سے کبھی نہ علٰحدہ تھا نہ آیندہ علٰحدہ ہو غرض ہمیشہ سے اُس کا وجود تھا اور ہمیشہ تک رہیگا اب یہ بات دیکھنی باقی رہی کہ اس قسم کا موجود جس کا وجود اُس کا خانہ زاد ہو ایک ہی ہی یا متعدد ہیں اور ایک ہی تو اس سے زیادہ ممکن ہی یا محال ہی اسلئے یہ گزارش ہے کہ جیسے سیاہی سفیدی انسانیت۔ حیات وغیرہ اوصاف کے احاطہ میں قلیل و کثیر اشیاء داخل ہیں یعنی بہت سی اشیاء سفید ہیں بہت سی سیاہ بہت سے انسان ہیں بہت سے حیوان ایسے ہی وجود کے احاطہ میں بھی یہی حال ہی لیکن سب اوصاف کے احاطے سے احاطۂ وجود وسیع ہے بلکہ اُس سے اوپر کوئی احاطہ ہی نہیں یعنی جیسے انسانیت کے احاطے سے اوپر احاطۂ حیات ہے جس میں انسان غیر انسان گدھا۔ گھوڑا۔ اونٹ۔ بیل۔ بھیڑ۔ بکری وغیرہ سب داخل ہیں ایسے ہی وجود کے احاطے سے اوپر کوئی اور ایسا احاطہ نہیں کہ اُس میں موجود و غیر موجود داخل ہو کیونکہ غیر موجود اگر ہو تو معدوم ہی ہوگا۔ اور ظاہر ہے کہ معدوم کسی وصف کے احاطے میں داخل ہی نہیں کیونکہ ہر وصف کے حاصل ہونے کیلئے

اول وجود کا ہونا ضرور ہی چنانچہ ظاہر ہے مگر جب وجود کا احاطہ سب احاطوں سے وسیع
اور سب میں اوپر ہی تو بالضرور وجود ایک وصف غیر محدود ہوگا کیونکہ ہر محدود کے
لئے یہ ضرور ہی کہ وہ کسی ایسی وسیع چیز کا ٹکڑا ہوگا یا ایسی چیز میں سمائی ہوئی ہو جو
اُس سے زیادہ ہو مثلاً ہر مکان اور محلہ اور شہر - ضلع - ولایت وغیرہ محدود چیزیں ہیں
لیکن اُن کے محدود ہونے کے یہی معنی ہیں کہ یہ سب چیزیں زمین کے قطعات ہیں
جو ان چیزوں سے زیادہ وسیع ہی اور زمین و آسمان اگر محدود ہیں تو اسکے یہ معنی ہیں
کہ اس فضا وسیع میں جو آنکھوں سے نظر آتا ہی سمائی ہوئی ہیں ✤ الغرض اگر وجود
کو محدود کہئے تو یہ ضرور ہی کہ وہ کسی وسیع چیز کا ٹکڑا ہو یا کسی وسیع چیز میں سمایا ہوا ہو
مگر وہ کون ہے جو نہیں جانتا کہ وجود سے زیادہ کوئی وسیع چیز نہیں تمام اشیاء
وجود کے احاطہ میں داخل ہیں پر وجود کسی کے احاطہ میں داخل نہیں اس لئے
خواہ مخواہ اس بات کا اقرار کرنا ضرور ہی کہ وجود غیر محدود ہی جب یہ بات
ذہن نشین ہو چکی تو اب یہ خیال فرمایئے کہ نہ احاطۂ وجود میں خدا کا ثانی ہو سکتا ہی اور
نہ وجود کے احاطہ سے خارج اُس کا ثانی ممکن ہے احاطۂ وجود میں محال ہونے کی وجہ
تو یہ ہی کہ جب ہمارا تمہارا وجود باوجود اس ضعف کے جو اُسکے عطائی غیر ہونے سے نمایاں
ہی غیر کو اپنے احاطے میں گھسنے نہیں دیتا خدا کا وجود اس قوت پر کہ اُسکا خانہ زاد ہونا
اُسکی دلیل ہی کیونکر اپنے ثانی کو اپنے احاطے میں قدم رکھنے دیگا ✤ القصہ جیسے ہم تم
جہاں تک پھیلے ہوئے ہوتے ہیں وہاں تک اور دوسرا نہیں سما سکتا اور آ جائے تو پھر
ہم وہاں نہیں رہ سکتے علی ہذا القیاس ایک میان میں دو تلواریں نہیں آتیں اور
سیر بھر کے برتن میں دو سیر غلہ نہیں سما سکتا ایسے ہی بلکہ اس سے بڑھ کر خدا کے
احاطے میں خدا کے ثانی کا آنا اور سمانا سمجھئے کیونکہ آفتاب کے نور کے مقابلے میں
جو اُسکی ذات کے ساتھ چسپاں نظر آتا ہی یہ موصوف برائے نام نور ہو اور عنایت ہی ہو

ضعیف ہو ایسے ہی بمقابلہ خدا کے وجود کے جو اُسکی ذات کے ساتھ لازم و ملازم ہے
مخلوقات یعنی اور اشیا کا وجود برائے نام وجود ہو اور نہایت ہی درجہ کو ضعیف ہی مگر
جب اس ضعف پر ہمارے وجود میں یہ قوت ہو کہ غیر کو اپنی سرحد میں قدم رکھنے نہیں
دیتا تو خدا کا وجود اس قوت پر کاہے کو اور کسی خدا کی مداخلت کا روادار ہوگا اور خارج
از احاطہ خدا کے ثانی کے نہونے کی وجہ یہ ہو کہ احاطۂ وجود غیر محدود اُسکے سوا اور اُس سے
باہر کوئی جگہ ہی نہیں جو کسی دوسرے کے ہونے کا احتمال ہو اسلئے اس بات کا اقرار
ہر عاقل کے ذمے ضرور ہو کہ خالق کائنات کو ایک ذات وحدہ لاشریک لہ سمجھے۔ اور
احتمال تعدد کو دل سے اُٹھا دے پھر اسی تقریر سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ مسئلہ تثلیث جسپر
مدار کار ایمان نصاری فی زمانا ہی سراسر غلط ہو وہاں تعدد کی گنجایش ہی نہیں جو تثلیث
تک نوبت پہنچے اور پھر وہ بھی اس طرح کہ باوجود تعدد حقیقی وحدت حقیقی بھی باقی رہے
کیونکہ وحدت اور کثرت دونوں باہم ضد یکدگر ہیں اور ظاہر ہو کہ اجتماع ضدین محال
ہو جیسے یہ نہیں ہوسکتا کہ ایک آن میں ایک شے سیاہ بھی ہو سفید بھی گرم بھی ہو
سرد بھی ہو یا ایک وقت میں ایک جگہ دن بھی ہو رات بھی ہو دوپہر بھی ہو آدھی رات
بھی ہو ایک شخص ایک وقت میں عالم بھی ہو جاہل بھی ہو بیمار بھی ہو تندرست بھی
ہو موجود بھی ہو معدوم بھی ہو ایسے ہی یہ بھی نہیں ہوسکتا کہ خداتعالے ایک بھی ہو
اور تین بھی ہو وحدت بھی حقیقی ہو اور کثرت بھی حقیقی ہو علی ہذا القیاس جیسے اضداد
مذکورہ کا اجتماع محال ہو ایسے ہی خدائی اور احتیاج کا اجتماع بھی محال ہو کیونکہ خدائی
واستغنا ضرور ہو آفتاب تو فقط اس وجہ سے کہ زمین کی نسبت معطی نور ہو نور میں زمین کا
محتاج نہو خداوند عالم باوجودیکہ تمام عالم کے حق میں معطی وجود ہو عالم کا یا عالم میں سے
کسی کا محتاج ہو کیونکہ ہر چیز وصف ہو یا موصوف ہو اپنی ہستی میں خدا کی محتاج ہو پھر
یونکر ہوسکتا ہو کہ خداوند عالم کسی بات میں کسی کا محتاج ہو۔ جس چیز میں خدا کو محتاج

کہئیے گا اُس سے پہلے اُس چیز کو خدا کا محتاج کہنا پڑیگا اور ظاہر ہے کہ احتیاج کے یہی معنی
ہیں کہ اپنے پاس ایک چیز نہ ہو اور جس کی طرف احتیاج ہو اُسکے پاس وہ چیز موجود ہو جب
ہر بات میں ہر چیز کو خدا کا محتاج مانا تو جو کچھ جہان میں احتیاج کے قابل ہوگا خداوند عالم
میں وہ پہلے ہوگا۔ ہاں خود احتیاج اور سامان احتیاج اُس میں نہونگے علیٰ ہذا القیاس یہ
بھی ظاہر ہی کہ خود محتاج کا اُسپر کسی قسم کا دباؤ نہیں ہو سکتا جسکا خود محتاج ہی ہاں معاملہ
بالعکس ہوا کرتا ہی یعنی ہمیشہ محتاج پر اُسکا دباؤ رہتا ہی جس کا محتاج ہوتا ہی اسلیئے یہ ضرور ہی کہ
خدا تعالیٰ میں کسی قسم کی احتیاج ہو نہ اُسپر کسی قسم کا دباؤ ہو اُسکا وجود ہمیشہ سے ہو
اور ہمیشہ کو رہے یہ نہو کہ اُسکے وجود کے لئے ابتدا انتہا ہو اس صورت میں کیونکر کہدیجیئے
کہ حضرت عیسے م یا سری رام چندر وغیرہ خدا تھے اُنکے وجود کی ابتدا اور انتہا معلوم
کھانے پینے کا محتاج ہونا اور پاخانہ پیشاب مرض اور موت کا دباؤ سب پر آشکارا ایسی
ایسی چیزوں کی احتیاج اور ایسی ایسی چیزوں کے دباؤ کے بعد بھی خدائی کا اعتقاد
عقل اور انصاف سے سراسر بعید ہی اسکے بعد پھر یہ گذارش ہی کہ وہ خداوند عالم جیسے
اپنی ذات میں یکتا اور وحدہ لاشریک لہ ہی ایسے ہی جامع کمالات وصفات بھی ہی اور
کیوں نہو عالم میں جس صفت کو دیکھئے اپنی موصوف کے حق میں وجود کی تابع ہی یعنی قبل
وجود کسی صفت کا ثبوت ممکن نہیں رہا امکان اور عدم واقع میں یہ دونوں باتیں
وصف نہیں بلکہ سلب وصف ہیں عدم میں تو ظاہر ہی سلب وجود ہوتا ہی رہا امکان اُسمیں
سلب ضرورت وجود ہوتا ہی اور عام لوگوں کے محاورہ کے موافق امکان کا استعمال قبل
وجود ہی ہوتا ہی جب یوں بولتے ہیں کہ یہ چیز ممکن ہی۔ تو ہر کوئی یہی سمجھتا ہی کہ یہ چیز
بالفعل موجود نہیں۔ مگر ہاں جیسے سایہ جو واقع میں عدم النور ہی بوجہ غلطی ایک چیز
نظر آتی ہی ویسے ہی عدم اور امکان بھی بوجہ غلطی فہمی اوصاف معلوم ہوتے ہیں مگر
جب تمام اوصاف اپنے ثبوت وحصول میں وجود کے محتاج ہوتے تو بیشک یہ ہی کہنا پڑیگا کہ

تمام اوصاف اصل میں وجود کے اوصاف ہیں یعنی وجود کے حق میں مدار غیر نہیں بلکہ تمام اوصاف یعنی کمالات وجودی وجود کے حق میں خانہ زاد ہیں ورنہ جیسے نور زمین اور گرمی آب گرم زمین اور پانی سے علیحدہ ہوکر بھی پائی جاتی ہیں ایسے ہی اوصاف وجودی بھی وجود سے علیحدہ ہوکر پائے جاتے اس صورت میں بالضرور جو منبع وجود ہوگا وہی منبع اوصاف بھی ہوگا پر جہاں جہاں وجود ہوگا وہاں وہاں تمام اوصاف بھی قلیل او کثیر ضرور ہونگے اگر فرق ہوگا تو ایسا ہوگا جیسا آئینہ اور پتھر میں فرق ہی یعنی بوجہ فرق حسن قابلیت وعدم حسن قابلیت آئینہ میں بہ نسبت پتھر کے زیادہ نور آجاتا ہی اسلئے یہ ضرور ہی کہ تمام کائنات میں علم وادراک وقوت حس وحرکت قلیل وکثیر ضرور ہو بہت ہو تو یہ ہو کہ انسان وغیرہ میں علم وادراک زیادہ ہو اور حیوانات میں اُس سے کم اور نباتات میں اُن سے کم اور جمادات یعنے زمین وآسمان اینٹ پتھر وغیرہ میں اُن سے بھی کم یا فرض کیجیے معاملہ بالعکس ہو مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ زمین پہاڑ اینٹ پتھر علم وادراک اور قوت حرکت سے بالکل خالی ہوں باقی رہا ہمکو نہ معلوم ہونا اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ یہ اوصاف نہوں چنانچہ ظاہر ہی بہر حال خداوند عالم بلکہ تمام عالم میں تمام کمالات کا ہونا ضروری ہی اور تمام کائنات کا وجود اور کمالات میں خداوند عالم کا محتاج ہونا لابدی ہی اسلئے یہ بھی ضرور ہی کہ خداوند عالم تمام عالم کے حق میں واجب الاطاعت ہو اور تمام عالم کے ذمّے اُس کی اطاعت اور فرمانبرداری واجب ولازم ہو کیونکہ وجوہ فرمانبرداری بظاہر کل تین ہیں اور حقیقت میں دو ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ کوئی کسی کی تابعداری یا امید نفع پر کرتا ہی جیسے نوکر اپنے میاں کی تابعداری تنخواہ کی امید پر کرتا ہی یا اندیشۂ نقصان کے باعث اُسکی فرمانبرداری اور تابعداری کرتا ہی جیسے رعیت حکام کی اطاعت اور مظلوم ظالم کی تابعداری کیا کرتے ہیں یا بوجہ محبت کوئی کسی کی تابعداری کیا کرتا ہی جیسے عاشق اپنی معشوقوں کی تابعداری کیا کرتے ہیں مگر امید واندیشہ کو دیکھیے تو اختیار نفع ونقصان کو

طرف راجع ہیں جیسکے اصل کو ڈھونڈیئے تو مالکیت اوصاف و کمالات نکلتے ہیں یعنی مالک۔ اصلی
کو اختیار رد اور مستفاد و صاف و کمالات ہوتا ہے اور مستعیر کو اختیار رد و انکار نہیں ہوتا چنانچہ
آفتاب و زمین کے حال سے نمایاں ہے کہ آفتاب وقت طلوع زمین کو نور عطا کرتا ہے تو
زمین اسکو رد نہیں کر سکتے اور وقت غروب اُس نور کو آفتاب چھین لیتا ہے تو زمین سے
انکار نہیں ہو سکتا وجہ اسکی بجز اسکے اور کیا ہے کہ آفتاب مالک النور ہے اور زمین فقط مستعیر۔
الحاصل وجوہ فرمانبرداری و اسباب اطاعت بظاہر تین ہیں امید نفع اندیشۂ نقصان محبت
اور حقیقت میں کل دو سبب ہیں ایک مالکیت دوسری محبت اور اس سے زیادہ تنقیح
کیجئے تو اصل سبب طاعت محبت ہے اتنا فرق ہے کہ کہیں محبت مطاع موجب اطاعت ہوتی
ہے اور کہیں محبت مال و جان باعث فرمانبرداری ہو جاتی ہے عشاق کی طاعت اور فرمانبرداری
میں خود مطاع کی محبت باعث اطاعت ہوتی ہے اور نوکر کی اطاعت میں محبت مال و جان
علیٰ ہذا القیاس رعیت کی اطاعت میں محبت جان و مال موجب فرمانبرداری ہوتی ہے مگر
ہر چہ باداباد وجہ اطاعت ایک ہو یا دو ہو یا تین جو کچھ ہو وہ خدا میں اول ہے اوروں میں
اُسکے بعد کیونکہ مالکیت اور اختیار نفع و نقصان بھی ہستی اور وجود پر موقوف ہے اور جمال
و محبوبیت بھی وجود و ہستی ہی پر موقوف ہے جہاں وجود اور ہستی کی اصل ہوگی وہیں مالکیت
اور اختیار مذکور اور جمال و محبوبیت بھی ہوگی مثل وجود مالکیت و اختیار و محبوبیت بھی
اوروں میں اُسی کی عطا ہوگی اور اُسی کا فیض ہوگا جب مخلوقات میں وجوہ مذکورہ سرمایہ
اطاعت ہیں تو خداوند عالم کے حق میں یہ باتیں کیونکر سامانِ اطاعت و فرمانبرداری نہ ہونگی
الغرض جب اسباب طاعت و فرمانبرداری سب کے سب خداوند عالم میں موجود ہیں اور وہ
بھی اسطرح کہ اوروں میں اس قسم کی چیز اگر ہے تو اُسی کا فیض ہے تو بیشک خداوند عالم تمام
عالم کے حق میں لائق اطاعت ہوگا لیکن اطاعت اور فرمانبرداری اور تابعداری اسکو کہتے ہیں کہ
دوسروں کی مرضی موافق کام کیا جاوے ورنہ خلاف مرضی کرنے پر بھی طاعت آور

بندگی اور فرمانبرداری ہی رہی تو پھر گناہ و خطا اور طاعت و بندگی میں کیا فرق رہیگا
الحاصل اطاعت کے لیئے توافق رضا ضرور ہی لیکن رضا و عدم رضا کا یہ حال ہی کہ ہم
باوجودیکہ سراپا ظاہر ہیں ہماری مرضی عدم مرضی ایسی مخفی ہی کہ بے ہمارے اظہار کے ظاہر
نہیں ہو سکتی بے ہمارے بتلائے کسی کو اطلاع نہیں ہو سکتی بے ہماری تصریح یا اشارہ کنایہ
کے کسیکو اسکی خبر نہیں ہو سکتی اس صورت میں اُس خداوند عالم کی مرضی عدم مرضی اس پوشیدگی
پر کہ آجتک خدا تعالے کو کسی نے دیکھا ہو نہیں بے خدا کے بتلائے کسیکو کیونکر اطلاع ہو سکتی
ہی لیکن بادشاہان دنیا و محبوبان دار فنا کو ہم دیکھتے ہیں کہ اس نام کی مالکیت اور محبوبیت
اور ذرا سے سامان نخوت پر مکان اور دکان اپنے مطیعوں سے کہتے نہیں پھرتے
کہ یہ بات ہماری موافق مرضی ہی اسکی تعمیل کرنی چاہیئے اور یہ بات خلاف مرضی ہی اس سے
احتراز لازم ہی بلکہ مقربان درگاہ اُنکے ارشادات اور اشارات کے موافق اَوروں کو
مطلع کر دیا کرتے ہیں اور حسب ضرورت اشتہار و منادی کرا دیتے ہیں اس صورت
میں خداوند عالم کو اس سامان بے نیازی پر کہ وہ کسیکا کسی بات میں محتاج نہیں اور تمام
اُسکے سب اُسکی سب باتوں میں محتاج کب سزاوار ہی کہ ہر کسی سے کہتا پھرے کہ اس کام
کو کرنا چاہیئے اور اس کام کو نکرنا چاہیئے وہ بھی اپنے مقربان خاص کے ذریعہ سے اَوروں
کو اپنی رضا و غیر رضا سے مطلع کریگا ہم اُنہیں مقربوں کو جو خداوند عالم کے ارشادات
کی اطلاع اَوروں کو کرتے ہیں پیغمبر اور نبی اور رسول کہتے ہیں وجہ تسمیہ خود ظاہر ہی
لیکن یہ بھی ظاہر ہی کہ کوئی کسیکا مقرب جبھی ہو سکتا ہی جبکہ اُسکی موافق مرضی ہو جو لوگ مخالف
مزاج ہوتے ہیں قرب منزلت اُنکو میسر نہیں آسکتا چنانچہ ظاہر ہی مگر یہ بھی ظاہر ہی
اگر کوئی شخص یوسف ثانی اور حسن میں لاثانی ہو پر اُسکی ایک آنکھ مثلاً کانی ہو تو
اُس ایک آنکھ کا نقصان تمام چہرہ کو بدنما اور نازیبا کر دیتا ہی ایسے ہی اگر ایک بات
بھی کسی میں دوسروں کے مخالف مزاج ہو تو اُن کی اور خوبیاں بھی ہوئی نہوئی برابر

ہو جائینگے غرض ایک عیب بھی کسی میں ہوتا ہی تو پھر محبوبیت اور موافقت طبیعت و رضا
متصور نہیں جو امید تقرب ہو اسلئے یہ بھی ضرور ہی کہ انبیاء اور مرسل سراپا اطاعت ہوں
اور ایک بات بھی اُن میں خلاف مرضی خداوندی نہو اسی وجہ سے ہم انبیاء کو معصوم
کہتے ہیں اور اس کہنے سے یہ مطلب ہوتا ہو کہ اُن میں گناہ خداوند عالم کا مادّہ اور سامان
ہی نہیں کیونکہ اُن میں جب کوئی صفت بُری ہی نہیں تو پھر اُن سے بُرے افعال کا
صادر ہونا بھی ممکن نہیں اسلئے کہ افعال اختیاری تابع صفات ہوتے ہیں اگر سخاوت
ہوتی ہو تو داد و دہش کی نوبت آتی ہو اور اگر بخل ہوتا ہو تو کوڑی کوڑی جمع کی جاتی ہو
شجاعت میں معرکہ آرائی اور بزدلی میں پس پائی ظہور میں آتی ہو ہاں یہ بات ممکن ہو کہ
بوجہ سہو یا غلط فہمی جو گاہ بگاہ بڑے بڑے عاقلوں کو بھی پیش آجاتی ہو اور سوا سے
خداوند علیم و خبیر اور کوئی اُس سے منزہ نہیں کسی مخالف مرضی کام کو موافق مرضی اور
موافق مرضی کو مخالف مرضی سمجھ جائیں اور اس وجہ سے بظاہر خلاف مرضی کام ہو جائے
تو ہو جائے یا بوجہ عظمت و محبت مطاع ہی مخالفت کی نوبت آجائے مگر اسکو گناہ نہیں کہتے
گناہ کے لئے یہ ضرور ہی کہ عمداً مخالفت کی جائے بھول چوک کو لغزش کہتے ہیں گناہ
نہیں کہتے یہی وجہ ہے کہ موقع عذر میں یہ کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا میں
سمجھا نہ تھا اگر بھول چوک بھی گناہ ہی ہوا کرتا تو یہ عذر اور اُلٹا اقرار خطا ہوا کرتا عذر نہوا
کرتا جب یہ بات واضح ہو گئی کہ افعال تابع صفات ہیں تو اب دو باتیں قابل لحاظ باقی
رہیں ایک اخلاق یعنی صفات اصلیہ دوسرے عقل و فہم۔ اخلاق کی ضرورت تو
یہیں سے ظاہر ہی کہ افعال جن کا کرنا نہ کرنا عبادت اور اطاعت اور فرمانبرداری
میں مطلوب ہوتا ہو تو اُنکا بھلا بُرا ہونا اخلاق کی بھلائی برائی پر موقوف ہو اور اس سے
صاف ظاہر ہو کہ اصل میں بھلی اور بُری اخلاق و صفات ہی ہوتی ہیں اور عقل و
فہم کی ضرورت اسلئے ہو کہ اخلاق کے مرتبے ہیں موقع بموقع دریافت کرنے کی

ضرورت ہوتی ہے تاکہ افعال میں بوجہ بیموقع ہو جانے کے کوئی خرابی اور بدی نہ آجائے دیکھئے سخاوت اچھی چیز ہے لیکن موقع میں صرف ہونا پھر بھی شرط ہے اگر مساکین اور مستحقین کو دیا جائے تو بہتر اور رنڈیوں اور بھڑوؤں کا دینا یا شراب خواروں اور بھنگ نوشوں کو عطا کرنا کون نہیں جانتا کہ اور برائیوں کا سامان ہے وجہ اسکی بجز اسکے اور کیا ہے کہ بیموقع صرف ہوا بالجملہ افعال ہر چند تابع صفات ہیں لیکن موقع اور بیموقع کا پہچاننا بجز عقل سلیم وفہم مستقیم ہرگز متصور نہیں اسلئے ضرور ہے کہ انبیا میں عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہوں ظاہر ہے کہ جب اخلاق حمیدہ ہونگے تو محبت بھی ضرور ہوگی کیونکہ خلق حسن کی بنا محبت پر ہے اور جب موقع اور محل کا لحاظ ہے اور عقل کامل موجود ہے تو پھر خدا سے بڑھکر اور کونسا موقع سزاوار محبت ہوگا مگر خدا کے ساتھ محبت ہوگی تو پھر عزم اطاعت و فرمانبرداری بھی ضرور ہوگا جس کا انجام یہی نکلیگا کہ ارادہ نافرمانی کی گنجایش ہی نہیں اور ظاہر ہے کہ اسی کو معصومیت کہتے ہیں اب یہ گزارش ہے کہ مدار کار نبوت عقل کامل اور اخلاق حمیدہ پر ہے - رہے معجزات وہ خود نبوت پر موقوف ہیں نبوت اُن پر موقوف نہیں یعنی یہ نہیں کہ جسمیں معجزات نظر آئیں اُسکو نبوت عطا کریں ورنہ خیر بلکہ جس میں نبوت ہوتی ہے اُسکو معجزات عنایت کرتے ہیں تاکہ عوام کو بھی اُسکی نبوت کا یقین ہو جائے اور نبی کے حق میں اُسکے معجزے بمنزلہ سند و دستاویز ہو جائیں اسلئے اہل عقل کے نزدیک اول عقل کامل اور اخلاق حمیدہ ہی کا تجسس چاہئے مگر عقل اور اخلاق میں دیکھا تو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سب میں افضل و اعلے پایا عقل و فہم میں اولیت وافضلیت کے لئے تو اس سے زیادہ اور کیا دلیل ہوگی کہ آپ بذات خود امی اَن پڑھے جس ملک میں پیدا ہوئے اور جہاں ہوش سنبھالا بلکہ ساری عمر گزری علوم سے یک لخت خالی نہ علوم دینی کا پتا نہ علوم دنیوی کا نشان نہ کوئی کتاب آسمانی نہ کوئی کتاب زمینی بباعث جہل کیا کیا کچھ خرابیاں نہ تھیں اب کوئی صاحب فرمائیں کہ

ایسا شخص اُمّی اَن پڑھا ایسے ملک میں اوّل سے آخر تک عمر گزارے جہاں علوم کا
نام و نشان نہو پھر اُس پر ایسا دین اور ایسا آئین۔ ایسی کتاب لاجواب اور ایسی ہدایات
بینات ایک عالم کو جس پر ملک عرب کے جاہلوں کو الٰہیات یعنی علوم ذات و صفات خداوندی
میں جو تمام علوم سے مشکل ہیں اور علم عبادات اور علم اخلاق اور علم سیاسات اور علم معاملات
اور علم معاش و معاد میں رشک ارسطو و افلاطون بنادیا جسکے باعث تہذیب عرب رشک
شایستگی حکماء عالم ہوگئی چنانچہ اُنکے کمالِ علمی پر آج اہلِ اسلام کے کتب منقولہ جو خارج از
تعداد ہیں شاہد ہیں ایسے علوم کوئی بتلائے تو سہی کس قوم اور کس فریق میں ہیں جس
فیض یافتہ اور تربیت یافتہ لوگوں کا یہ حال ہو اُنکے اُستاد اول اور معلم اول یعنی محمد
رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کا کیا حال ہوگا اور اخلاق کی یہ کیفیت کہ آپ کہیں کے
بادشاہ نہ تھے بادشاہزادے نہ تھے امیر نہ تھے امیر زادے نہ تھے نہ تجارت کا سامان
تھا نہ کھیتی کا بڑا اسباب تھا نہ میراث میں کوئی چیز ہاتھ آئی نہ بذات خود کوئی دولت
کمائی ایسے افلاس میں ملک عرب کے گردن کشوں جفاکشوں برابر کے بھائیوں کو ایسا
مسخر کرلیا کہ جہاں آپ کا پسینا گرے وہاں اپنا خون بہانے کو تیار ہوں پھر یہ بھی نہیں
کہ ایک دو روز کا ولولہ تھا آیا نکل گیا ساری عمر اسی کیفیت سے گزار دے یہاں تک
کہ گھر چھوڑا باہر چھوڑا زن و فرزند چھوڑے مال و دولت چھوڑا آپ کی محبت میں سب
پر خاک ڈال اپنوں سے آمادۂ جنگ و پیکار رہتے کسیکو آپ مارا کسیکے ہاتھ سے آپ مارے گئے
یہ تسخیر اخلاق نہ تھی تو اور کیا تھی یہ زور شمشیر کس تنخواہ سے آپنے حاصل کیا ایسی اخلاق
کوئی بتلائے تو سہی حضرت آدمؑ میں تھے یا حضرت ابراہیمؑ میں تھے یا حضرت موسیٰؑ
میں تھے یا حضرت عیسیٰؑ میں تھے جب عقل و اخلاق کی یہ کیفیت ہو اُس پر زہد کی یہ حالت
جو آیا وہی لٹا یا نہ کھایا نہ پہنا نہ مکان بنایا تو پھر کونسا عاقل یہ کہدیگا کہ حضرت موسیٰ اور
حضرت عیسیٰ علیہم السلام وغیرہم تو نبی ہوں اور محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم

نبی نہوں اُن کی نبوت میں کسیکو تامل ہو کہ نہو پر محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت
میں اہل عقل و انصاف کو تامل کی گنجایش نہیں بلکہ بعد لحاظ کمالات علمی جو آپ کی ذات
میں ہر عام و خاص کو ایسی طرح نظر آتے ہیں جیسے آفتاب میں نور یہ بات واجب التسلیم
کہ آپ تمام انبیا کے قافلہ سالار اور سب رسولوں کے سردار اور سب میں افضل اور سب کے
خاتم ہیں تفصیل اس اجمال کی یہ ہو کہ عالم میں جو کچھ ہے انبیا کے کمالات ہوں یا اولیا
کے سب عطا ء خدا ہیں چنانچہ مضامین مسطورۂ بالا سے یہ بات عیاں ہو مگر عالم خصوصاً
بنی آدم میں کمالات مختلفہ موجود ہیں کسی میں حسن و جمال ہو تو کسی میں فضل و کمال ہو
کسی میں زور و قدرت ہو تو کسی میں عقل و فراست ہو اسلئے خدا کے اور بندوں کی معرفت
ایسی مثال ہوگی جیسے فرض کیجئے کسی اُستاد جامع کمالات کے پاس مختلف فنون کے
طالب آئیں اور ہر شخص جدے علم سے فیض یاب ہو کر اپنے اپنے کمالات دکھلائیں
مگر ظاہر ہو کہ اُسکے شاگردوں کے آثار سے یہ بات خود نمایاں ہو جائیگی کہ یہ شخص کون سے
فن میں اُستاد مذکور کا شاگرد ہو اگر فیض منقول اُس شاگرد سے جاری ہو تو معلوم ہو جائیگا
کہ فن منقول میں یہ شخص شاگرد اُستاد مذکور کا ہو اور اگر فیض معقول جاری ہو تو معلوم
ہوگا کہ فن معقول میں اُستاد مذکور سے مستفید ہوا ہو بیماروں کا علاج کرتا ہو تو استفادۂ
طب سمجھے گا اور شاعروں میں غزلخوانی کرتا ہو تو تحصیل کمال شاعری کا ثمر اتنے نکلے گا
الحاصل شاگردوں کے احوال خود بتلا دینگے کہ اُستاد کے کون سے کمال نے اُسمیں
ظہور کیا ہو الحاصل جب بنی آدم خصوصاً انبیا میں مختلف قسم کے حالات موجود ہوں اور
پھر سب کے سب خدا ہی کے عطا اور فیض ہوں تو بدلالت آثار و کاروبار انبیا یہ
بات معلوم ہو جائیگی کہ یہ نبی خدا تعالے کی کونسی صفت سے مستفید ہو اور وہ نبی کونسی
خدا کی صفت سے مستفیض ہو یعنی گو ایک کے ساتھ اور سب صفتیں بھی ہیں لیکن
اُنمیں یہ اصل منبع فیض کوئی ایک ہی صفت ہوگی مگر بدلالت معجزات انبیا یہ معلوم

ہوتا ہی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور صفت سے مستفید ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام
اور صفت سے مستفید ہیں کیونکہ حضرت عیسے علیہ السلام میں بدلالت احیاء موتے و شفاء
امراض مضمون جاں بخشی کا پتہ لگتا ہو اور حضرت موسےٰ علیہ السلام میں بدلالت
اعجوبہ کاری عصائے موسیٰ کہ کبھی عصا تھا کبھی اژدہا تھا یہ معلوم ہوتا ہی کہ صفت
تبدیل و تقلیب کا سراغ نکلتا ہی مگر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں بدلالت
اعجاز قرآنی و کمالات علمی یہ معلوم ہوتا ہی کہ آپ صفت علم سے مستفید ہیں اور درگاہ
علمی میں بار یاب ہیں مگر سب جانتے ہیں کہ علم وہ صفت ہی کہ تمام صفات اپنی کارگزاری
میں اُسکی محتاج ہیں پر علم اپنے کام میں کسی صفت کا محتاج نہیں کون نہیں جانتا کہ ارادہ قدرت وغیرہ
صفات بے علم و ادراک کسی کام کے نہیں۔ روٹی کھانے کا ارادہ کرتے ہیں اور پھر کھاتے ہیں تو اول
یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ روٹی ہی تیھر نہیں اور پانی پینے کا ارادہ کرتے ہیں یا پیتے ہیں تو یہ سمجھ لیتے ہیں کہ یہ پانی ہی خاک
نہیں یہ علم نہیں تو اور کیا ہی مگر روٹی کو روٹی سمجھنا اور پانی کو پانی سمجھنا ارادہ قدرت پر موقوف
نہیں اگر روٹی سامنے آجائے یا پانی سامنے سے گزر جائے تو بے ارادہ و اختیار وہ روٹی اور یہ پانی معلوم
ہوگا القصہ علم کو اپنے معلومات کے تعلق میں کسی صفت کی ضرورت نہیں مگر باقی تمام صفات کو اپنے
تعلقات میں علم کی حاجت ہی غرض جو صفات غیر سے متعلق ہوتے ہیں۔ اُن سب میں علم اول ہی
اور سب پر افسر ہی اور علم سے اول اور کوئی صفت نہیں بلکہ علم ہی پر مراتب صفات متعلقہ بالغیر
ختم ہوجاتے ہیں اس لئے وہ نبی جو صفت العلم سے مستفید ہو اور بارگاہ علمی تک باریاب ہو تمام
انبیاء سے مراتب میں زیادہ اور رتبہ میں اول اور سب کا سردار اور سب کا مخدوم مکرم ہوگا اور سب اُسکے تابع
و محتاج ہونگے اُس پر مراتب کمالات ختم ہوجاینگے اسلئے وہ نبی خاتم الانبیاء بھی ضرور ہی
ہوگا وجہ اسکی یہ ہی کہ انبیاء بوجہ احکام رسانی مثل گورنر وغیرہ نواب خداوندی ہوتے ہیں
اسلئے اُنکا حاکم ہونا ضرور ہی چنانچہ ظاہر ہی اسلئے جیسے عہدہ ہائے ماتحت میں سب
میں اوپر عہدہ گورنری یا وزارت ہی اور سوا اسکے اور سب عہدے اُسکے ماتحت ہوتے ہیں

اوروں کے احکام کو وہ توڑ سکتا ہی اُسکے احکام کو اور کوئی نہیں توڑ سکتا اور وجہ اُسکی
یہی ہوتی ہی کہ اُس پر مراتب عہدجات ختم ہوجاتے ہیں ایسے ہی خاتم مراتب نبوت کے اوپر
اور کوئی عہدہ یا مرتبہ ہوتا ہی نہیں جو ہوتا ہی اُسکے ماتحت ہوتا ہی اسلیئے اُسکے احکام اوروں
کے احکام کے ناسخ ہونگے اَوروں کے احکام اُسکے احکام کے ناسخ نہونگے اور اسلیئے
یہ ضرور ہی کہ وہ خاتم زمانی بھی ہو کیونکہ اوپر کے حاکم تک نوبت سب حکام ماتحت کے بعد
میں آتی ہی اور اسلیئے اُسکا حکم اخیر حکم ہوتا ہی چنانچہ ظاہر ہی پارلیمنٹ تک مرافعہ کی نوبت
سبھی کے بعد میں آتی ہی یہی وجہ معلوم ہوتی ہی کہ کسی اور نبی نے دعوے خاتمیت
نہ کیا کیا تو حضرت محمد رسول اللہ صلعم نے کیا۔ چنانچہ قرآن و حدیث میں یہ مضمون بتصریح
موجود ہی سوا آپکے اور آپسے پہلے اگر دعوے خاتمیت کرتے تو حضرت عیسے علیہ السلام کرتے
مگر دعوی خاتمیت تو درکنار انہوں نے یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنیوالا ہی۔
اس سے صاف ظاہر ہی کہ آپ نے اپنی خاتمیت کا انکار کیا بلکہ خاتم کے آنے کی بشارت
دی کیونکہ سب کا سردار خاتم الحکام ہوا کرتا ہی اور در صورت مخالفت رائے اُسکے
احکام آخری احکام ہوا کرتے ہیں چنانچہ مرافعہ کرنیوالوں کو خود ہی معلوم ہی جب
فضیلت محمدی اور خاتمیت محمدی دونوں معلوم ہوگئیں تو اب یہ گذارش ہے کہ فضل
فضیلت محمدی کمالات ہی میں واجب التسلیم نہیں بلکہ معجزات میں بھی فضیلت محمدی
واجب الایمان ہی اور کیوں نہو معجزات خود آثار کمالات ہوتے ہیں اگر حضرت عیسے علیہ السلام
سے مردے زندہ ہوئے اور حضرت موسے علیہ السلام سے عصا بے جان اژدہا سے
جاندار بنگیا تو کیا ہوا رسول اللہ صلعم کے طفیل سے کبھی کا سوکھا کھجور کی لکڑی کا ستون
زندہ ہوگیا تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ ایک زمانے تک رسول اللہ صلعم جمعہ کے روز
اپنی مسجد کے ایک ستون کے ساتھ جو کھجور کا تھا پشت لگا کر خطبہ پڑھا کرتے تھے
جب ممبر بنایا گیا تو آپ اُس ستون کو چھوڑکر ممبر پر خطبہ پڑھنے تشریف لائے

اُس ستون میں سے رونے کی آواز آئی آپ ممبر سے اوتر کر اُس ستون کے پاس تشریف لائے اور اپنے سینہ سے لگایا اور ہاتھ پھیرا وہ ستون ایسی طرح چپکا ہوا جیسے روتا ہوا بچہ سسکتا سسکتا چپکا ہو جاتا ہو اس واقعہ کو ہزاروں نے دیکھا جمعہ کا دن تھا اور پھر وہ زمانہ تھا جس میں نماز سے زیادہ اور کسی چیز کا اہتمام ہی نہ تھا خاصکر جمعہ کی نماز جسکے لئے اسقدر اہتمام شریعت میں کیا گیا ہو کہ اُس سے زیادہ اور کسی نماز کا اہتمام ہی نہیں الغرض چھوٹے بڑے سب حاضر تھے ایک دو اُسوقت ہوتے تو احتمال دروغ یا وہم غلط فہمی بھی تھا ایسے مجمع کثیر میں ایسا واقعہ عجیب پیش آیا کہ نہ احیاء موتے کو جو اعجاز عیسوی تھا اُس سے کچھ نسبت اور نہ عصاے موسوی کے اژدہا بنجانے کو جو معجزۂ موسوی تھا اُس سے کچھ مناسبت شرح اس معما کی یہ ہو کہ تن بیجان اور جسم مردہ کو قبل موت تو روح سے علاقہ تھا ستون مذکور کو تو نہ کبھی روح سے تعلق تھا نہ حیات معروف سے مطلب تھا علاوہ بریں جسم انسان و حیوان گو منبع حیات نہو مگر قابل اور جاذب حیات ہونے میں تو کچھ شک بھی نہیں یہی وجہ ہوئی کہ روح علوی کو اس خاکدان سفلی میں آنا پڑا اور یہ بھی ظاہر ہو کہ ایام حیات کی ملازمت طویلہ کے بعد روح کو بدن کے ساتھ اُنس و محبت کا ہونا بھی ضرور ہو جس سے ادھر کی نگرانی اور معاودت کی آسانی ثابت ہوتی ہو اور ظاہر ہے کہ یہ سب باتیں ستون مذکور میں مفقود ہیں علی ہذا القیاس حضرت موسے علیہ السلام کی برکت سے اگر عصا اژدہا بن گیا اور زندہ ہو کر ادھر اُدھر دوڑا تو اُسکی حرکات سکنات بعد انقلاب شکل و ماہیت ظاہر ہوئی اور ظاہر ہے کہ اُس شکل اور اُس ماہیت کو جو بعد انقلاب حاصل ہوئی حیات سے ایک مناسبت قوی ہے یعنی سانپوں اور اژدہاؤں کے افعال اور حرکات اور اُنکے پیچ و تاب اور وہ کاٹنا اور نگل جانا اُسی ماہیت اور اُسی شکل کے ساتھ مخصوص ہو اور زندوں سے بھی وہ کام نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ نباتات یا جمادات سے ✱ القصہ شکل مذکورہ

اور باہیت مشارالیہ میں روح کا آنا چنداں مستبعد اور بعید اور عجیب و غریب نہیں
جتنا سوکھے ستون میں جو بالیقین بالفعل منجملہ جمادات تھا روح و حیات کا آجانا محل استعجاب
ہے علاوہ بریں عصا موسوی سے وہی کام ظہور میں آیا جو اور سانپوں اور اژدہاؤں
سے ظہور میں آتا ہے کوئی ایسا کام ظہور میں نہیں آیا جو ذوی العقول اور بنی آدم سے
ظہور میں آتے ہیں چنانچہ ظاہر ہے اور ستون خشک کا درد فراق محمد صلعم یا موقوفی خطبہ
سے جو اُسکے قریب پڑھا جایا کرتا تھا رونا اور چلانا وہ بات ہے جو سوائے ذوی العقول بلکہ اُن
میں سے بھی بجز افراد کاملہ اور کسی سے ظہور میں نہیں آسکتے شرح اس معاکی یہ ہے کہ جیسے
محبت جمالی کے لئے اول آنکھ کی ضرورت ہے اور پھر قابلیت طبیعت کی حاجت جس کے
سبب میلان خاطر اور توجہ دلی متصور ہو ایسے ہی محبت کمالی کے لئے اول عقل و فہم
کی ضرورت ہے اور پھر قابلیت مذکورہ کی حاجت اور ظاہر ہے کہ یہ دونوں باتیں تنہا تنہا
بھی اور بحیثیت مجموعی بھی بجز بنی آدم اور انہیں سے بھی بجز کاملین عقل و طبیعت متصور
نہیں پھر اس پر طرہ یہ ہے کہ کاملان مذکورسے بھی جبھی متصور ہے کہ کمالات محبوب کے علم کی
نوبت علم الیقین اور عین الیقین سے گزر جائے اور مرتبہ حق الیقین حاصل ہو جائے
کیونکہ قبل مرتبہ مذکورہ محبت کا حاصل ہونا ایسا ہی دشوار بلکہ غیر ممکن ہے جیسے قبل ذائقہ
شیرینی وغیرہ نعمار لذیذہ شیرینی کی رغبت غیر ممکن ہے یہ کبھی نہ سُنا ہوگا کہ چکھنے سے پہلے
فقط دیکھنے ہی کے سبب کسی غذا ءِ نفیس و لطیف کی طرف رغبت حاصل ہو جائے
خواہ اُسوقت چکھنے کا اتفاق ہو جس وقت وہ غذا سامنے آئے یا اُس سے بیشتر اتفاق
ہو چکا ہو خواہ بدلالت شکل و صورت یہ بات معلوم ہو جائے کہ اس غذا میں وہ مزا ہی
جو پیشتر نصیب ہو چکا ہے یا کسیکے بتلانے سے یہ معلوم ہو جائے کہ اس غذا میں وہ مزا ہی
جو پہلے اُٹھا چکے ہیں بہرحال قبل ذائقہ چشی رغبت و محبت اغذیہ متصور ہے جا ہی اور
کیوں نہ ہو وجہ محبت کوئی خوبی اور صفت ہی ہوتی ہے یہی وجہ ہے کہ کسی چیز یا کسیکو

مرغوب نہیں مثلاً حق تعالیٰ مدینہ میں اگر کسیکو یہ خیال ہو کہ جمالی محبت میں فقط مرتبۂ عین الیقین کافی ہی دیدار خوبرویان حق مرتبۂ عین الیقین ہی محبت
کے لئے کافی ہی کسی اور مرتبہ کی ضرورت نہیں چنانچہ ظاہر ہی تو اسکا جواب یہ ہی کہ کبھی حصول حق الیقین
کے لئے اُس حاسہ کے سوا جو سابان عین الیقین ہوتا ہی کسی اور حاسہ کی ضرورت ہوتی ہی
جیسے غذاؤں میں ہوتا ہی کہ عین الیقین تو بذریعہ چشم میسر آتا ہی اور حق الیقین بوسیلہ
زبان حاصل ہوتا ہی اور کبھی حصول حق الیقین کے لئے حواس ظاہرہ میں سے سوائے
اُس حاسہ کے جو آلۂ عین الیقین ہوتا ہی اور کسی حاسہ کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ دونوں
مرتبے اُسی ایک حاسہ سے متعلق ہوتے ہیں یا کوئی حاسہ باطنی آلہ حق الیقین ہوجاتا ہی
سو محبت جمالی میں یہی قصہ ہی کہ جو آلۂ عین الیقین ہی وہی آلہ حق الیقین ہی تفصیل
اس اجمال کی یہ ہی کہ غذاؤں کی محبت بوجہ صورت نہیں ہوتی بوجہ ذائقہ ہوتی ہی اور
جمال کی محبت بوجہ صورت ہی ہوتی ہی کسی اور وجہ سے نہیں ہوتی اسلئے جمال میں
عین الیقین اور حق الیقین ایک ہی حاسہ سے متعلق ہوتی ہیں اور غذاؤں وغیرہ
میں مرتبہ عین الیقین آنکھوں سے متعلق ہی تو مرتبۂ حق الیقین زبان سے متعلق ہے
کیونکہ عین الیقین اُسکو کہتے ہیں کہ خبر نہ رہے مشاہدہ ہوجائے اگر نوبت مشاہدہ
نہیں آئے بلکہ ہنوز خبر ہی خبر ہی تو بشرط یقین وہ علم خبری علم الیقین سمجھا جائیگا اور
اگر مشاہدے سے بڑھکر یہ نوبت بھی آجائے کہ اُس شے کو استعمال میں لائے اور
اُسکے منافع سے منتفع ہو پھر یہ علم مرتبہ حق الیقین کو پہنچ جائیگا ۔ الحاصل مرتبۂ
حق الیقین کا مرتبہ عین الیقین کے ساتھ ساتھ ہونا بعض بعض مواقع میں موجب
اشتباہ ہوجاتا ہی اور یہ گمان ہوتا ہی کہ مرتبۂ عین الیقین ہی میں محبت اور رغبت پیدا
ہوجاتی ہی جب یہ بات ذہن نشین ہوچکی تو اب سنئے کہ جب پیدائش محبت مرتبۂ
حق الیقین سے متعلق ہوئی تو بالضرور اس بات کا اقرار لازم ہوا کہ ستون مذکور کو
رسول اللہ صلعم کے کمالات کا علم درجۂ حق الیقین کو پہنچ گیا تھا اور ظاہر ہے کہ

جیسے یقین میں اس مرتبہ سے بڑھکر اور کوئی مرتبہ نہیں ایسے ہی کمالات روحانی کی نسبت
اس مرتبہ کا حاصل ہونا ہر کسیکو میسر نہیں آتا کیونکہ روح اور کمالات روحانی ایسے مخفی
ہیں کہ بجز ارباب بصیرت و مکاشفہ اور کسیکو اس کا حصول متصور نہیں مگر ظاہر ہے کہ
ارباب بصیرت و اصحاب مکاشفہ ہونا ایسا کمال ہے جسکے کمال ہونے میں بجز احمق اور
کسیکو شک نہیں ہوسکتا۔ الغرض عصاء موسوی اگر اژدہا بن گیا اور اژدہا بن کر
چلا دوڑا تو یہ وہ کام ہے کہ جتنے سانپ ہیں سبھی یہ کام کرتے ہیں کچھ سانپوں کے مرتبے
سے بڑھکر کوئی کام نہیں اور ستون حنانہ اگر فراق محمدی میں رویا تو اس کا رونا
محبت کمالات محمدی پر دلالت کرتا ہے جو بجز مرتبہ حق الیقین متصور نہیں جو بہ نسبت
کمالات روحانی بجز ارباب کمال یعنی اصحاب بصیرت و مکاشفہ اور کسیکو میسر نہیں
آسکتا اور ظاہر ہے کہ اس صورت میں معجزہ موسوی کو معجزہ احمدی کے سامنے کچھ نسبت
باقی نہیں رہتی اور سنئے اگر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہاں پتھر سے پانی نکلتا تھا تو حضرت
محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ کی انگشتان مبارک سے پانی کے چشمے جاری ہوئے تھے اور
ظاہر ہے کہ زمین پر رکھے ہوئے پتھر سے پانی کے چشمے کا بہنا اتنا عجیب نہیں جتنا گوشت
و پوست سے پانی کا نکلنا عجیب ہے کون نہیں جانتا کہ جتنی ندیاں اور نالے ہیں سب
پہاڑوں اور پتھروں اور زمین ہی سے نکلتے ہیں پر کسی کے گوشت و پوست سے
کسی نے ایک قطرہ بھی نکلتا نہیں دیکھا علاوہ بریں ایک پیالی پانی پر دست مبارک کے
رکھدینے سے انگشتان مبارک سے پانی کا نکلنا صاف اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ دست
مبارک منبع البرکات ہے اور یہ سب جسم مبارک کی کرامات ہے اور سنگ موسوی سے
زمین پر رکھدینے کے بعد پانی کا نکلنا اگر دلالت کرتا ہے تو اتنی ہی بات پر دلالت کرتا ہے
کہ خداوند عالم بڑا قادر ہے اور سنئے اگر باعجاز حضرت یوشع علیہ السلام آفتاب دیر تک
ایک جا ٹھیرا رہا یا کسی اور نبی کے لئے بعد غروب آفتاب لوٹ آیا تو اسکا حاصل بجز

اسکے اور کیا ہوا کہ بجائے حرکت سکون عارض ہوگیا یا بجائے حرکت روزمرہ حرکت سکون
وقوع میں آئی اور ظاہر ہو کہ یہ بات اتنی دشوار نہیں جتنی یہ بات دشوار ہو کہ چاند کے
دو ٹکڑے ہوگئے کیونکہ پھٹ جانا تو ہر جسم کے حق میں خلاف طبیعت ہو اور سکون کسی جسم
کے حق میں بحیثیت جسمی خلاف طبیعت نہیں بلکہ حرکت ہی خلاف طبیعت ہو یہی وجہ ہو
کہ جیسے اجسام کے پھٹ جانے کے لئے اور اسباب کی حاجت ہوتی ہو ایسے ہی حرکت کے لئے
بھی اور اسباب کی ضرورت پڑتی ہو اور سکون کے لئے کسی اور سبب کی ضرورت نہیں ہوتی
ان تمام وقائع اور مضامین کے استماع کے بعد شاید کسیکو شبہ ہو کہ معجزات مرقومہ بالا کا جو منجملہ
معجزات محمدی صلعم مذکور ہوئے کیا ثبوت ہو اور ہم کو کاہے سے معلوم ہو کہ یہ معجزات ظہور میں
آئے ہیں تو اُسکا جواب یہ ہی کہ ہم کو کاہے سے معلوم ہو کہ اور انبیاء اور اوتاروں سے وہ معجزات
اور کرشمے ظہور میں آئے ہیں جو اُنکے معتقد بیان کرتے ہیں اگر توریت و انجیل کے بھروسے اُن معجزات
اور کرشموں پر ایمان ہی تو قرآن و احادیث محمدی صلعم کے اعتماد پر معجزات محمدی پر ایمان لانا واجب ہی
کیونکہ توریت و انجیل کی کسی کے پاس آج کوئی سند موجود نہیں یہ بھی معلوم نہیں کہ کس نے یہ کتابیں
لکھی گئیں اور کون کون اور کسقدر ان کتابوں کے راوی ہیں اور قرآن و حدیث کی سند اور اسناد کا
یہ حال کہ یہاں سے لیکر رسول اللہ صلعم تک راویوں کی تعداد معلوم نسب اور سکونت معلوم
نام اور احوال معلوم۔ پھر تماشا ہے کہ توریت و انجیل تو معتبر ہو جائیں اور قرآن و حدیث
کا اعتبار نہ ہو اس سے بڑھ کر اور کیا ستم اور کون سی نا انصافی ہوگی اگر توریت و انجیل
وغیرہ کتب مذاہب دیگر لایق اعتبار ہیں تو قرآن و حدیث کا اعتبار سب سے پہلے لازم ہے
اب یہ گزارش ہی کہ ہمارا یہ دعویٰ نہیں کہ اور مذاہب اور دین بالکل ساختہ اور پرداختہ
بنی آدم ہیں بطور جعلسازی ایک دین بنا کر خدا کے نام لگا دیا۔ نہیں دو مذہبوں کو
تو ہم یقیناً دین آسمانی سمجھتے ہیں۔ ایک دین یہود اور دوسرے دین نصاریٰ ہاں
اتنی بات ہی کہ بوجہ تحریف بنی آدم کے رائے کی آمیزش بھی ان دونوں دینوں میں ہوگئے ہے۔ باقی رہا

دین ہنود اُسکی نسبت اگرچہ ہم یقیناً نہیں کہہ سکتے کہ اصل سے یہ دین بھی آسمانی ہی مگر یقیناً یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ دین اصل سے جعلی ہی خدا کی طرف سے نہیں آیا کیونکہ اول تو قرآن شریف میں یہ ارشاد ہی وان من امۃ الا خلا فیہا نذیر۔ جسکے یہ معنی ہیں کہ کوئی امت یعنی گروہ عظیم ایسی نہیں جسمیں کوئی ڈرانیوالا نہ گذرا ہو پھر کیونکر کہدیجے کہ اس ولایت ہندوستان میں جو ایک عریض وطویل ولایت ہی کوئی ہادی نہ پہنچا ہو کیا عجب ہی کہ جسکو ہنود صاحب اوتار کہتے ہیں اپنے زمانے کے نبی یا ولی یعنی نائب نبی ہوں۔ دوسرے قرآن شریف میں یہ بھی ارشاد ہی۔ منہم من قصصنا علیک ومنہم من لم نقصص علیک۔ جسکا حاصل یہ ہی کہ بعض انبیاء کا قصہ تو ہم نے تجھسے بیان کر دیا ہی اور بعضوں کا قصہ بیان نہیں کیا سو کیا عجب ہی کہ انبیاء ہندوستان بھی اُنہیں نبیوں میں سے ہوں جنکا تذکرہ آپ سے نہیں کیا گیا رہی یہ بات کہ اگر ہندؤں کے اوتار انبیا یا اولیا ہوتے تو دعوے خدائی نہ کرتے ادھر افعال ناشایستہ مثل زنا چوری وغیرہ ان سے سرزد نہوتے حالانکہ اوتاروں کے معتقد یعنی ہندو ان دونوں باتوں کے معتقد ہیں جس سے یہ بات ثابت ہوتی ہی کہ یہ دونوں باتیں بیشک اُن سے سرزد ہوئی ہیں سو اس شبہ کا جواب یہ ہوسکتا ہی کہ جیسے حضرت عیسٰے علیہ السلام کی طرف دعوے خدائی نصاریٰ نے منسوب کر دیا ہی اور دلائل عقلی و نقلی اُسکے مخالف ہیں ایسے ہی کیا عجب ہی کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی طرف بھی یہ دعوے بدروغ منسوب کر دیا ہو جیسے حضرت عیسے علیہ السلام بدلالت آیات قرآنی اور نیز بدلالت آیات انجیل اپنے بندہ ہونے کے مقر اور معترف تھے اور پھر وہی کام مدت العمر میں کیا کیے جو بندگی کو سزاوار ہیں دعوے خدائی پر نہیں پھبتے یعنی نماز روزہ ادا کیا کیے زبان سے عجز ونیاز کرتے رہے جب کہا اپنے آپکو ابن آدم کہا اور بندہ قرار دیا پھر اسپر اُنکے ذمے تہمت دعوے خدائی لگا دی گئی ایسے ہی کیا عجب ہی کہ سری کرشن اور سری رام چندر کی نسبت تہمت خدائی لگا دی ہو علی ہذا القیاس جیسے حضرت لوط اور

حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت باوجود اعتقاد نبوت یہود و نصاریٰ نے تہمت شراب خواری
اور زناکاری لگاتے ہیں اور ہم انکو ان عیوب سے بری سمجھتے ہیں ایسے ہی کیا عجب ہے
کہ سری کرشن اور سری رام چندر بھی عیوب مذکورہ سے مبرا ہوں آوروں نے انکے ذمے
یہ تہمت زنا و سرقہ لگادی ہو۔ الحاصل ہمارا یہ دعوے نہیں کہ آور آدیان اور آور
مذاہب اصل سے غلط ہیں دین آسمانی نہیں بلکہ ہمارا یہ دعوے ہے کہ اس زمانے میں
سوائے اتباع دین محمدی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی طرح نجات متصور نہیں اس زمانے میں
یہ دین سب کے حق میں واجب الاتباع ہے باقی رہا یہ شبہ کہ اس صورت میں اور دین منسوخ
ٹھیرینگے اور یہ وہم پیدا ہوگا کہ پہلے احکام میں خداتعالے سے کچھ غلطی ہوئی ہوگی
جسکے تدارک اور اصلاح کے لئے یہ حکم بدلا گیا اسکا جواب یہ ہے کہ نسخ ایک لفظ عربی ہے اس لفظ
کے معنی ہم سے پوچھنے چاہئیں۔ نسخ فقط تبدیل احکام کو عربی زبان میں کہتے ہیں مگر حکام
دنیا چونکہ اپنے احکام جبھی بدلتے ہیں جبکہ پہلے حکم میں کچھ نقصان معلوم ہوتا ہے اسلئے نسخ کے
لفظ کو سنکر یہ شبہ پیدا ہوتا ہے ورنہ نسخ محض تبدیل احکام کو کہتے ہیں اور صورت تبدیل احکام
خداوندی یہ ہوتی ہے کہ جیسے نسخہ منضج و مسہل اپنے اپنے وقت میں مناسب ہوتے ہیں اسلئے بعد اختتام میعاد منضج بجائے نسخہ
منضج نسخہ مسہل بدلا جاتا ہے اور تبدیلی کو بوجہ غلطی نسخہ منضج کوئی نہیں سمجھتا ایسے ہی دین موسوی اور
دین عیسوی اپنے اپنے زمانے میں مناسب تھے اور اس زمانہ میں یہی مناسب ہے کہ اتباع دین محمدی کیا جائے
کیونکہ اور دینوں کی میعادیں ختم ہوگئیں اب اسی دین محمدی کا وقت ہے عذاب آخرت
اور غضب خداوندی سے نجات اسوقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے اتباع
میں منحصر ہے جیسے اس زمانے میں گورنر زمانہ سابق لارڈ نارتھ بروک کے احکام کی
تعمیل کافی نہیں بلکہ گورنر زمانہ حال لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل کی ضرورت ہے
ایسے ہی اس زمانے میں اتباع ادیان سابقہ کافی نہیں۔ بلکہ دین محمدی کا اتباع
ضروری ہے سزائے سرکاری سے نجات اور رستگاری جبھی متصور ہے جبکہ زمانہ حال کے

گورنر کا اتباع کیا جائے اگر کوئی نادان یوں کہے کہ گورنر سابق بھی تو ملک ہی کا نائب تھا تو اس عذر کو کوئی نہیں سنتا ایسے ہی یہ عذر کہ حضرت عیسے علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی تو رسول خدا تھے اس وقت قابل اتباع نہیں بلکہ جیسے اسوقت اگر گورنر سابق بھی موجود ہو تو لارڈ نلٹن ہی کا اتباع کرے جو گورنر زمانہ حال ہیں ایسے ہی اس زمانے میں اگر حضرت موسی علیہ السلام اور حضرت عیسے علیہ السلام بھی موجود ہوتے تو انکو ناچار رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا اتباع کرنا پڑتا اور اگر کوئی شخص اپنے خیال کے موافق بوجہ غلطی کوئی عیب ہمارے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمہ لگائے بھی تو ہم ہزار عیب انکے بزرگوں میں نکال سکتے ہیں یہی تقریر ہو رہی تھی جو پادری صاحب نے فرمایا کہ گھنٹہ پورا ہو گیا۔ خیر مولوی صاحب تو بیٹھے اور عیسائیوں کی طرف سے پادری محی الدین پشاوری اُٹھے اور مولوی صاحب کی تقریر پر چار اعتراض کئے جنکے دیکھنے کے بعد اہل فہم کو یقین ہو جاتا ہے کہ جیسے ہنود کی طرف سے مولوی صاحب کی تقریر کے رد میں آخر جلسہ تک کوئی صدا نہ اُٹھی پادری صاحبوں نے بھی گویا مطالب ضروری کو اُس تقریر کے تسلیم ہی کر لیا کیونکہ مطالب اصلی اور ضروری تو اُس تقریر میں کل آٹھ باتیں تھیں خدا تعالیٰ کا ثبوت اُسکی وحدانیت۔ اُسکا واجب الاطاعت ہونا۔ نبوت کی ضرورت۔ نبوت کی علامات اور صفات۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت انکی خاتمیت۔ انکے ظہور کے بعد انہیں کے اتباع میں نجات کا منحصر ہو جانا۔ ان آٹھوں باتوں میں سے تو ایک بات پر بھی پادریوں نے کوئی اعتراض نہیں کیا ۔ ہاں پادری محی الدین مذکور نے مضامین ملحقہ اور زائدہ پر البتہ اعتراض کر کے انجام کار خود نادم ہوئے اور پادری صاحبوں کو نادم کرایا وہ چار اعتراض یہ ہیں۔ ایک تو انبیاء کی معصومیت پر یہ اعتراض کہ حضرت آدم علیہ السلام نے باوجود ممانعت خداوندی گیہوں کھالیا اور مخالفت خداوندی کی۔ اور ظاہر ہے کہ اس مخالفت ہی کو گناہ کہتے

ہیں علی ہذا القیاس حضرت داؤدؑ کی نسبت زن اوریا کے ساتھ نعوذ باللہ زنا کا الزام اور
حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت بت پرستی کی تہمت لگا کر یہ کہا کہ زنا اور بت پرستی
دونو گناہ ہیں ادھر یہ دونو نبی ہیں سو باوجود ایسے ایسے بڑے بڑے گناہوں کے صدور
کے انکو معصوم کہنا سراسر غلط ہوا اور پھر اسپر یہ کہا کہ یہ قصے کلام اللہ میں مذکور ہیں یہ
اعتراض تو وہ ہے جسکی مدافعت خود اثناء تقریر میں مولوی صاحب کر چکے تھے مگر بالتہمہ عوام
کے دکھلانے کو پادری صاحب اپنا کام کر گزرے - دوسرے مضمون آیت وان من امۃ
الا خلا فیہا نذیر پر جسکا ترجمہ یہ ہے کوئی امت یعنی گروہ عظیم ایسی نہیں جسمیں کوئی ڈرانیوالا
خدا کی طرف سے نہ گزرا ہو یہ اعتراض کیا کہ تم نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ ہر گروہ میں نبی کے
آنے کی ضرورت ہے رسول اللہ صلعم سے بیشتر ملک عرب میں کونسا پیغمبر تھا اور اس کے
ساتھ پادری صاحب کو یہ اشارہ کرنا بھی منظور تھا کہ جب قبل بعثت محمدی کوئی پیغمبر ملک
عرب میں نہ نکلا تو پھر چالیس برس کی عمر تک جو رسول اللہ صلعم کی نبوت کا آغاز اور
اول زمانہ تھا رسول اللہ صلعم کا اپنے افعال میں مخالف دین خداوندی ہونا لازم آئیگا
جس سے معصومیت انبیاء میں صاف رخنہ[لہ] پڑ جائیگا - تیسرا یہ اعتراض کہ معجزات محمدی کا

[لہ] قرین قیاس و عقل تو یہی بات ہے کہ خداوند عالم اپنے بندوں کو اپنی مرضی و غیر مرضی سے کسی اپنے مقرب خاص کی معرفت اطلاع
کرا دے اور بعد اطلاع انکی یادگاری اور حفاظت بندوں کو ذمہ ہے ہاں بعد ضائع ہو جانے اور گم ہو جانے ان حکم ناموں
کے جو خدا کی طرف سے انکے مقربان خاص کی معرفت یعنی انبیاء یا انکے نائبوں کے ذریعہ سے پہنچی تھی جو لوگ پیدا
ہونگے نہ وہ اس جرم میں ماخوذ ہونگے کہ وہ حکم نامے کیوں کھو دیئے گئے اور نہ اس جرم میں ماخوذ ہونگے کہ انکے موافق
عمل کیوں نکیا بلکہ اس زمانے میں خلل زمانہ اول خدا کی طرف سے پھر اس لطف کی امید ہوگی کہ وہ پھر کسی خاص
بندے کو اپنے احکام دیکر بھیجے چنانچہ یہی وجہ ہوئی کہ رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے کیونکہ وہ زمانہ بھی ایسا ہی تھا
چنانچہ واقفان اہل انصاف کو خوب معلوم ہے کہ جس زمانہ میں رسول اللہ صلعم مبعوث ہوئے اس زمانہ میں کوئی دین
آسمانی بجنسہ محفوظ نہ تھا نہ دین ابراہیمی نہ دین موسوی نہ دین عیسوی اصول سب کے خراب ہو گئے تھے بلکہ بعض

ثبوت آپ کو قرآن سے دینا تھا قرآن سے آپ نے ثبوت نہیں دیا۔ چوتھا اعتراض رسول
اللہ صلعم کی افضلیت پر یہ تھا کہ مسلمانوں کے ہاں درود اس طرح پر ہے۔ اللہم صل علے
سیدنا محمد وعلے آل سیدنا محمد کما صلیت علے سیدنا ابراہیم وعلے آل سیدنا ابراہیم انک
حمید مجید۔ اس درود میں لفظ کما صلیت جو تشبیہ پر دلالت کرتا ہے خود اس جانب مشیر
ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہوں کیونکہ

احکام شریعت سے دست برداری اور سیکڑوں شی علی ہذا القیاس دین موسوی کا بھی یہی حال تھا کہ کہیں تو یہ
اعتقاد تھا کہ حضرت عزیر خدا کے بیٹے تھے کہیں یہ کہ انکو خدا کا دوست اور خدا کا فرزند سمجھتے تھے جسکے باعث خدا
کے احکام کی تعمیل سے بالکل فارغ البال تھے اسی قسم کے خیالات بیجا کے رفع کرنے کو حضرت عیسے کو بھیجا گیا تھا
انکو یہاں تک چھوڑا یہ بھی نہ سمجھا کہ کوئی نیک ہی آدمی ہیں چنانچہ اسی وجہ سے انکے وہ سلوک کیا کہ سبھی جانتے ہیں الغرض
کوئی دین قبل بعثت محمدی ایسا نہ بچا تھا جسمیں ایجاد بندہ نہ ہو گیا ہو۔ اسلئے وہ زمانہ ایسا ہو گیا تھا جیسا وہ زمانہ
تھا جسمیں سب سے پہلے پیغمبر تشریف لائے ہونگے یعنی حق و باطل و موافق و مخالف مرضی خداوندی کے مسلا
تمیز باقی نہ رہی تھی اور ظاہر ہے کہ ایسے وقت میں کوئی شخص بوجہ احکام لائق عذاب نہیں ہو سکتا کیونکہ عذاب
اسوقت مناسب ہے کہ کوئی شخص باوجود علم و امکان اطلاع خدا کے احکام کی تعمیل نکرے یہاں علم احکام و امکان
اطلاع احکام کی کونسی صورت تھی اسلئے ایسے وقت میں اتنی بات کافی ہے کہ اپنی طرف سے ہر دم بصدق دل امیدوار
رہے کہ اگر کسی طرح کوئی حکم معلوم ہو جاوے تو اسکی تعمیل کروں اور پھر حسب ہدایت عقل جسقدر معلوم ہو اسکا کاربند رہوں سو
یہ بات بحمد اللہ تعالے رسول صلعم کو قبل بعثت حاصل تھی۔ شرک۔ زنا۔ چوری۔ قتل۔ شراب خواری۔ جھوٹ وغیرہ
امور معلوم منہیہ سے احتراز تھا اور غار حرا میں تنہا بیٹھ کر اپنے خدا سے راز و نیاز تھا اور ظاہر ہے کہ اسیکو طاعت اور
فرمانبرداری کہتے ہیں بلکہ اصل اطاعت یہی ہے اطلاع احکام سے غرض اصلی اسی آمادگی کا امتحان ہوتا ہے تقصہ اس صورت میں یہ
اعتراض ہو سکتا ہے کہ جب تک عمر آپ کی آپ سے پہلے ایک عرصہ سے کوئی نبی ہی نہ تھا اور احکام خداوندی کی تعمیل کی کوئی صورت
ہی نہ تھی تو پھر بوجہ عدم تعمیل آپ معصوم ہیں نعوذ باللہ گنہگار کہلائے۔ اور یہ بھی اعتراض ہو سکتا ہے کہ آپ سے پہلے حضرت عیسے نبی
تھے آپنے انکا اتباع نکیا اسلئے نعوذ باللہ خدا کے نافرمان ٹھیرے کیونکہ عدم تعمیل اسوقت مضر ہے جبکہ علم و اطلاع بھی ہو اور ہم

تشبیہ میں مشبہ بہ مشبہ سے افضل ہوا کرتا ہی یہ چار اعتراض کرکے انہوں نے اور پادری نولس صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ اعتراض تو اور بھی تھے مگر بوجہ طول تقریر یاد نہیں رہے مگر ان چار اعتراضوں کے معاینہ سے ناظرین کو یہ بھی معلوم ہوگیا ہوگا کہ اگر بالفرض والتقدیر پادری صاحب اپنے بیان میں سچے ہی ہوں یعنی اُنکے خیال میں اثنار تقریر میں کچھ اور بھی اعتراض آئے ہی ہوں مگر بوجہ طول تقریر یاد نہ رہے ہوں تو بھی یہ چار اعتراض تو اُن سب میں گل سرسبد اور اُن سب کا انتخاب ہی ہونگے جو یاد رہے پھر جب اُنکا یہ حال ہی کہ پادری صاحب بیان ہی نکرتے تو اچھا تھا نہ بیان کرتے نہ نادم ہونا پڑتا تو اور اعتراض تو کس شمار میں ہیں الغرض پادری صاحب تو بیٹھے اور مولوی صاحب کھڑے ہوگئے بعد اول تو یہ فرمایا کہ آپ اجتک گناہ کے معنے ہی نہ سمجھے گناہ فقط مخالفت امر و ارشاد و نہی و منع ہی کو نہیں کہتے بلکہ یہ بھی ضرور ہی کہ وہ مخالفت عمداً ہو بوجہ نسیان و غلطی نہو یہی وجہ ہی کہ موقع عذر میں یوں کہا کرتے ہیں کہ میں بھول گیا تھا یا میں سمجھا تھا اگر باوجود نسیان و غلط فہمی بھی مخالفت کو گناہ کہئے تو پھر موقع عذر میں یہ کہنا کہ میں بھول گیا تھا سراسر لغو ہوا کرے بہرحال گناہ یعنی سرکشی کے لئے یہ بھی ضرور ہی کہ مخالفت مذکورہ بوجہ نسیان و غلطی نہو عمداً ہو اور عمداً بھی ہو تو اُس شخص کی محبت اور عظمت جسکی مخالفت کرتا ہی باعث مخالفت نہوئی ہو چنانچہ اثناء تقریر میں ہمنے خود اس مضمون کی طرف اشارہ کرکے یہ کہدیا تھا کہ کبھی بھولے چوکے یا بتقاضاء محبت بھی انبیاء سے مخالفت ہوجاتی ہی البتہ عمداً نہیں ہوتی الحاصل گناہ وہ مخالفت ہی جو عمداً ہو اور باعث مخالفت اُسکی محبت و عظمت نہوئی ہو جسکی مخالفت کرتا ہی اور اگر بوجہ نسیان یا بتقاضاء محبت و عظمت[1] مخالفت سرزد ہوجائے تو پھر اُسکو گناہ نہیں کہتے بلکہ زلت کہتے ہیں —

---

[1] یہی وجہ ہی کہ اگر کوئی مخدوم مکرم اپنے چھوٹونکو سرہانے بیٹھنے کو کہے اور وہ اُسکے کہنے کو نہ مانے تو اُس شخص کو کوئی متمرد سرکش نہیں کہتا اور مجرم شمار نہیں کرتا بلکہ عین دلیل اطاعت شمار کرتا ہی ۱۲ منہ

جسکا ترجمہ لغزش[1] ہے مگر اس صورت میں حضرت آدم علیہ السلام کے گیہوں کھا لینے کو
موافق اصول اہل اسلام گناہ اور جرم قرار دینا غلط ہے کیونکہ اول تو حضرت آدم علیہ السلام
نے یہ حرکت مخالف امر خداوندی بھول کر کی تھی چنانچہ قرآن شریف میں حضرت آدم علیہ السلام
کی شان میں یہ وارد ہے فنسی ولم نجد لہ عزما جسکا حاصل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام بھول گئے
اور ہمنے انمیں پختگی نپائی اور اگر حضرت آدم علیہ السلام سے عمداً بھی یہ مخالفت ظہور میں آئی[2]

[1] اور ظاہر ہے کہ لغزش اُسی حرکت کو کہتے ہیں جو بے اختیارانہ صادر ہو کسی اور کے دھکے اور صدمے سے وقوع میں آئے مگر ایسی حرکت کو کوئی عاقل جرم اور بغاوت اور سرکشی کے اقسام میں شمار نہیں کرتا ✦

[2] اگر کسی صاحب کو یہ شبہہ دامنگیر ہو کہ اگر حضرت آدم علیہ السلام بھول گئے تھے تو یہ آیت جسمیں یہ مذکور ہے ما نہٰکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین غلط ہوگی کیونکہ اس آیت میں صاف اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو ممانعت خداوندی یاد تھی اور اگر عمداً یہ حرکت اُن سے وقوع میں آئی تو پھر آیت فنسی ولم نجد لہ عزما غلط ہوگی تو اسکا جواب یہ ہے کہ اگرچہ دونوں آیتیں اسی قصہ کے متعلق ہیں پر آیۃ فنسی ولم نجد لہ عزما کا یہ مطلب ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک تو یہ بات بھول گئے کہ وجہ ممانعت وہ نہیں جو شیطان بیان کرتا ہے بلکہ وجہ ممانعت پاس عزت درخت حضرت آدم و حضرت حوا علیہما السلام تھا چنانچہ خود قرآن شریف میں فرماتے ہیں۔ ولا تقربا ہذہ الشجرۃ فتکونا من الظالمین جس کا حاصل یہ ہے کہ اے آدم و حوا تم دونوں اس درخت کے پاس مت پھٹکنا یعنی اسکا پھل مت کھانا ورنہ ظالم ہو جاؤ گے۔ غرض اس فعل کا نتیجہ حسب ارشاد خداوندی ملکیت و خلود نہ تھا بلکہ ظلم تھا جس کا انجام سب جانتے ہیں کہ برا ہوتا ہے سو حضرت آدم علیہ السلام ایک تو نتیجہ مخالفت کو جو وجہ ممانعت تھی بھول گئے۔ دوسری یہ بات بھی بھول گئے کہ خداوند نے پہلے سے بنسبت شیطان فرما دیا تھا کہ ان ہذا عدو لک ولزوجک فلا یخرجنکما من الجنۃ فتشقی جس کا حاصل یہ ہے کہ شیطان تم دونو کا دشمن ہے ایسا نہو تم دونوں کو جنت سے نکالدے اور تم بدبخت ہو جاؤ یعنے ایسا نہو کہ وہ تم کو فریب دیکر ہماری مخالفت کرا دے اور اس سبب سے تم جنت سے نکالے جاؤ۔ غرض ارشاد خداوندی بہ نسبت شیطان اور نیز بہ نسبت وجہ ممانعت دونوں بھول گئے فقط ممانعت یاد رکھی اور اس بھول کے باعث دھوکا کھا گئے

تو اُس کا باعث کوئی ہوا نفسانی نہیں ہوئی بلکہ بتقاضا محبت خداوندی اُن سے یہ حرکت سرزد ہوئی تفصیل اسکی یہ ہی کہ قرآن شریف میں اس قصہ کو اس طرح پر فرمایا ہی مانہاکما ربکما عن ہذہ الشجرۃ الا ان تکونا ملکین او تکونا من الخالدین وقاسمہما انی لکما لمن الناصحین فدلہما بغرور - جس کا حاصل اوپر کے عبارت کے ملانے سے یہ نکلتا ہی کہ شیطان نے حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا سے یہ کہا کہ اس پھل کے کھانے سے تمکو خدا نے فقط اسلئے منع کیا ہی کہ اسے کھا کر کہیں فرشتے نہ بنجاؤ کہیں ہمیشہ رہنے والوں میں سے تم بھی ہو جاؤ پھر بعد اسکے شیطان نے قسم کھا کر کہا کہ میں تمھارے خیر خواہوں میں سے ہوں - سو اسطور پر فریب دیکر اُنکو نکال باہر کیا اور اُس بلندی سے نیچے گرا دیا یہاں تک حاصل مطلب قرآنی تھا اب ہماری سنئے کہ حسب وجہ مخالفت فرشتے ہوجانے اور خلود یعنے ہمیشگی کا شوق ہی چنانچہ سیاق آیت سے ظاہر ہی تو پھر حضرت آدم علیہ السلام کی طرف بموافق اہل اسلام گناہ کا الزام عائد نہیں ہوسکتا کیونکہ فرشتے مقربان بارگاہ الٰہی ہوتے ہیں اور آرزوے تقرب خداوندی اُسی شخص کو ہوسکتی ہے جو خدا کو عظیم الشان سمجھتا ہو اور خدا سے محبت رکھتا ہو سو اس مخالفت کو گناہ کہنا جو بالیقین بتقاضاے محبت خداوندی اور بلحاظ عظمت خداوندی ظہور میں آئے سراسر ناانصافی ہے الحاصل حضرت آدم علیہ السلام کا گیہوں کھا لینا منجملہ گناہ نہیں بلکہ از قسم زلت و لغزش ہی اسکے بعد یہ فرمایا کہ حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام کی نسبت آپکا یہ فرمانا کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے نعوذ باللہ زنا کیا یا حضرت سلیمان علیہ السلام نے نعوذ باللہ بت پرستی کی اور یہ باتیں قرآن میں موجود ہیں بالکل غلط ہیں قرآن شریف میں کہیں ان باتوں کا

لہ جو چیز عزیز ہوتی ہی تا مقدور اُس چیز کو حفاظت سے رکھتے ہیں - اور خراب نہیں ہونے دیتے - سو حضرت آدم علیہ السلام کو خلود کی آرزو وہ بھی نازو نعمت میں اسی غرض سے تھی کہ خدا کے نزدیک سے عزیز ہو جاؤں +

پتا نہیں اگر تمکو قرآن یاد ہوتا تو تم کرسٹان نہوتے پھر اسکے بعد یہ فرمایا کہ آپ جو یہ ارشاد
کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلعم سے پہلے کون نبی تھا سو اسکا جواب یہ ہے کہ میں نے
یہ کب کہا تھا کہ ہر قرن اور ہر زمانہ میں نبی کا ہونا ضرور ہے اگر میں یہ کہتا تو البتہ تمہارا یہ
اعتراض بجا تھا میں نے فقط اتنا کہا تھا کہ ہر گروہ میں کوئی ڈرانیوالا خدا کی طرف سے
چاہیئے اور ظاہر ہے کہ اس مضمون پر آپ کا اعتراض وارد نہیں ہوسکتا اسکے بعد
اعتراض ثالث کے جواب میں یہ ارشاد فرمایا کہ اول تو قرآن شریف میں مذکور ہونا کوئی
شرط ثبوت نہیں روایت صحیح چاہئے سو بحمد اللہ روایات احادیث اہل اسلام جن میں اکثر معجزات
محمدی منقول ہیں ایسے صحیح ہیں کہ توریت و انجیل کی روایات انکے ہم پلہ نہیں ہوسکتی۔
علاوہ بریں معجزۂ انشقاق قمر اور پیشین گوئی خلافت وغیرہ قرآن میں نہیں اور کاہے
میں ہیں۔ اتنے میں پادری نولس صاحب نے فرمایا کہ دس منٹ ہو چکے اسلئے مولوی صاحب
بمجبوری بیٹھ گئے پر غالبًا یہ ارشاد فرمایا کہ تنگیٔ وقت سے مجبور ہوں ورنہ جواب اعتراض
رابع موجود ہے اسکے ساتھ یہ بھی کہا کہ ایک ایک اعتراض کرتے جایئے اور جواب لیتے
جایئے۔ بہت سے اعتراض اکٹھے ہو جاتے ہیں تو بوجہ تنگیٔ وقت جواب میں دقت پڑتی ہے

اور نصاری کے اعتقاد کے موافق الفاظ توریت و انجیل خدا کی طرف سے بھی نہیں آئے ادھر صرف الہام معانی ہوا ہے بیان یا
حواریوں نے اپنے الفاظ میں ان مضامین کو ادا کر دیا چنانچہ ترجموں کو توریت و انجیل کہنا بھی اسی [illegible] سو احادیث میں
احادیث نبوی صلعم حسب اعتقاد اہل اسلام توریت و انجیل کے برابر ہوئیں کیونکہ احادیث کی نسبت بھی اعتقاد اہل اسلام
بعینہ یہی ہے پھر اس پر یہ بات علاوہ ہے کہ اہل اسلام میں تو یہاں تک نوبت پہنچی کہ راویوں کی تعداد و نام و نشان
مراتب علم و دین سب معلوم اور توریت و انجیل کے راویوں کی نسبت ان باتوں میں سے ایک بھی معلوم نہیں
ادھر یہاں بوجہ اختیار ترجموں کو صحت نہیں کہتے کیونکہ پیغمبروں کی طرف تو بوجہ منصب و کمال عقل یہ احتمال نہیں کہ
خدا کا مطلب کچھ ہو اور وہ سمجھے کچھ اور منصب پیغمبری قابل اطمینان نہیں اور مترجموں کی طرف بوجہ کم فہمی یہ احتمال [illegible]
تشنیع خود کرینگے کہ احادیث اور نیز [illegible] وغیرہ سو علم کے متعلق ہیں [illegible] بلا [illegible] تحقیق میں [illegible] تصنیفات [illegible]

کیونکہ اعتراض میں تو کچھ دیر نہیں لگتی البتہ جواب کے لئے زمانہ واسع چاہیئے پادری محی الدین نے کہا کہ اب سے ایسا ہی ہوگا خیر سننے والوں کے دلمیں ارمان رہگیا مگر سررشتہ اختیار اپنے ہاتھ سے بجز خاموشی کچھ بن نہ پڑا کیونکہ پادری صاحبوں نے اعتراض و جواب کیلئے دس دس منٹ مقرر کردیے تھے اور ہنود بھی انہیں کے ہمصفیر ہوگئے تھے اسلئے مسلمانوں کی خواہش دربارۂ عدم تعیین وقت کچھ کارگر نہوئی حاصل کلام یہ ہیکہ مولوی صاحب تو بیٹھے اور پادری محی الدین پھر کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کے زنا اور بت پرستی کا بیان گو قرآن میں نہیں پر بیبل یعنی توراۃ و انجیل و زبور میں یہ افسانے موجود ہیں اور قرآن شریف میں بیبل کی تصدیق موجود ہی یہ کہکر وہ تو بیٹھے اور مولوی صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ قرآن شریف میں بیشک توراۃ و انجیل کی تصدیق ہی مگر اُس توراۃ و انجیل کی تصدیق ہے جو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسےٰ علیہما السلام پر نازل ہوئی تھی اس توراۃ و انجیل کا مذکور نہیں جو آپ صاحبوں کے ہاتھ میں ہو اسکا اعتبار نہیں کیونکہ اس میں تحریف یعنے تغیر و تبدل واقع ہوچکی ہو اسپر پادری محی الدین صاحب بہت جھلا کر اُٹھے اور فرمایا کہ اگر آپ تحریف ثابت کردیں تو ابھی فیصلہ ہے مولوی صاحب نے فرمایا ابھی سہی - اور یہ کہکر جناب امام فن مناظرہ اہل کتاب یعنے مولوی ابو المنصور صاحب کیطرف مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ ہاں مولوی صاحب انجیل کے اُس درس کی نسبت جو آج صبح آپنے ہم کو مع اُسکے حاشیہ کے دکھلایا تھا علماء نصاریٰ کی رائے سے پادری صاحب کو مطلع فرما دیجے امام صاحب نے کھڑے ہوکر فرمایا کہ تحریفات تو بہتیر میں مگر مشتے نمونہ از خروارے درس ۷ باب پانچواں یوحنا کا نامہ دیکھیئے اسمیں یہ مضمون ہے کہ تین ہیں جو آسمان پر گواہی دیتے ہیں باپ اور کلام اور روح القدس اور یہ تینوں ایک ہیں اور پھر فرمایا جب یہ کتاب مرزا پور میں باہتمام اکابر پادریان بہت اہتمام سے سوسائٹی کی

طرف سے عبرانی اور یونانی زبان سے اُردو میں ترجمہ ہو کر سنہ ۱۸۴۴ء میں چھپی تو درس مذکور کی نسبت
حاشیہ پر اُن پادریوں نے جو اُسکے طبع کے مہتمم تھے یہ عبارت چھاپ دی ہے کہ (یہ الفاظ
کسی قدیم نسخہ میں نہیں پائی جاتی) اسپر پادریوں نے انکار کیا اور یہ کہا کہ ایسا نہیں ہو سکتا
اسلئے مولوی محمد قاسم صاحب نے امام فن مناظرۂ اہل کتاب جناب مولوی ابو المنصور
صاحب سے یہ عرض کیا کہ آپ وہ کتاب ہی منگا لیجیے اسلئے حسب اشارۂ امام صاحب اُن کا
ایک خادم دوڑا اور خیمہ میں سے وہ کتاب اُٹھا لایا امام صاحب نے وہ مقام کھول کر
دکھلا دیا دیکھتے ہی پادریوں کے تو ہوش اُڑ گئے - اور اہل جلسہ پر یہ بات آشکارا ہوگئی
کہ مسلمان بازی جیتے مگر اس پر بھی پادری عمی الدین صاحب نے حیا کو کام فرمایا اور
شرم آنے کو یہ فرمایا کہ یہ تحریف نہیں کمی و بیشی ہے گو ہر چند جواب تو اسکا یہی تھا کہ کمی بیشی
خود اقسام تحریف میں سے ہے اسلئے کہ مآل تحریف فقط تغیر و تصرف ہے کسی طرح ہو - مگر
حسب بیان مولوی صاحب موصوف مولوی صاحب کو پادری صاحب کی انصاف پرستی
سے یہ کھٹکا ہوا کہ پادری صاحب اس باب میں لا و نعم کرتے کرتے وقت کو خراب کرینگے
اسلئے یہ فرمایا کہ اگر یہ تحریف نہیں کمی بیشی ہے تب بھی ہمارا مطلب ہاتھ سے نہیں جاتا
اثبات تحریف سے اہل اسلام کو اس سے زیادہ اور کیا مقصود ہے کہ توریت و
انجیل قابل اعتبار نہیں سو در صورت تسلیم کمی و بیشی یہ بات بدرجۂ اولے ثابت
ہو جائیگی اس اثنا میں پادری جان ٹامس صاحب کرسٹان اُٹھے اور در بارۂ
نسخ کچھ فرمانا چاہا مگر کھڑے ہو کر ایک دو ہی لفظ کہنے پائے تھے جو رہ گئے اور لاچار
ہو کر اُنکو یہ کہنا پڑا کہ ہاں مولوی صاحب آپ کیا فرماتے تھے مولوی محمد قاسم صاحب
نے فرمایا معقول آپکو اصل بات تو معلوم ہی نہیں اعتراض کرنے کس بھروسے پر
آپ کھڑے ہوئے تھے اسپر اکثر اہل جلسہ یہاں تک کہ پادری لوگ بھی ہنس پڑے مگر
جوں توں سنبھل سنبھلا کر پادری صاحب نے یہ فرمایا کہ اہل اسلام کے نزدیک اخبار میں

نسخ نہیں ہوتا احکام میں ہوتا ہے اور آیات قرآنی بعضے تو منسوخ التلاوت بھی ہیں اور منسوخ الحکم بھی ہیں اور بعضے منسوخ الحکم ہیں اور بعضے فقط منسوخ التلاوت ہیں اس قسم کی بات بیان کرکے جب عادت بس کرکے بیٹھ گئے مگر کسیکو یہ معلوم نہوا کہ پادری صاحب نے کس بات پر اعتراض کیا موافق مثل مشہور المعنے فی بطن الشاعر پادری صاحب کے سوا اور کسیکو انکا مطلب کھلا اور میں جانتا ہوں کہ شاید وہ بھی اتنا ہی سمجھے ہوں کہ کوئی مطلب کی بات میں نے نہیں کہی مگر بہت کھینچ تان کیجئے تو تقریر سابق سے پادری صاحب کے کلام کو اس سے زیادہ مناسبت نہیں نکل سکتی کہ آیات منسوخ التلاوت کا قرآن سے نکالدینا قرآن کی نسبت بھی کمی کے اقرار کا باعث ہے شاید اسلئے اسکے جواب میں غالباً مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ جب ہمکو بالیقین یہ معلوم ہو کہ پہلے اتنا تھا اور اب اتنا ہی پہلے یہ حکم تھا اب یہ حکم ہو اور پھر جو کچھ ہوا خدا کے حکم سے ہوا ہمارا تصرف نہیں تو پھر قرآن کو توراتؔ و انجیل[1] پر قیاس کرنا سخت نا انصافی ہے اسکے بعد پادری نولس صاحب بولے کہ بیشک[2] یہ فقرہ زائد ہو اور جو کچھ پادریان مرزا پور نے حاشیہ پر لکھا صحیح و درست ہو مگر یہ چھاپ دینا اور اسکے الحاق کا اقرار کرلینا

---

[1] یعنی توراتؔ و انجیل میں کمی و بیشی تغیر و تبدیل جو کچھ ہوا بندوں کے تصرف سے ہوا خدا کے حکم سے نہیں ہوا پھر یہ معلوم نہیں کہ اصل کیا تھی لفظ کیا تھے اُسکے کیا معنے تھے غرض نسخ تلاوت آیات قرآنی اصل مطلب کے خلط ملط ہوجانے کا باعث نہیں ہوا بخلاف انجیل کے کہ ایک اسی فقرے کے بڑھا دینے سے کسقدر خرابی واقع ہوئی کہ توحید کو چھوڑ کر تمام نصاریٰ تثلیث کے معتقد ہوگئے حالانکہ اس فقرے کی نسبت حسب تحریر سابق یہ بھی اعتقاد ہو کہ یہ فقرہ الحاقی ہو[2] جائے غور ہے اہل اسلام سے تو معجزات کا ثبوت قرآن سے مانگا جائے حالانکہ معجزات پر بنا ر نبوت نہیں بلکہ معجزات ہی خود نبوت پر مبنی ہیں اور بنا ر نبوت فقط کمال عقل و فہم و اخلاق پر ہو جسکا ثبوت رسول اللہ صلعم کی نسبت آفتاب سے زیادہ روشن ہو چنانچہ پہلے واضح ہوچکا اور اپنا یہ حال ہو کہ اصل عقیدہ کہ جسپر بنا ر کار نصرانیت ہو انجیل میں بخوداحت

اُلٹی ہماری دیانت کی دلیل اور ہماری راستبازی کی علامت ہو کہ جو بات غلط تھی اُسکو
غلط کہتے ہیں صحیح نہیں کہتے اس پر جناب مولوی منصور علی صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم یہ کب
کہتے ہیں کہ آپ جھوٹے ہیں آپ سچے سہی ہمارا مطلب یہ ہو کہ آپکا دین جھوٹا ہو سو اُسکا
جھوٹا ہونا آپ کے اقرار سے ثابت ہوگیا ادھر اول تو مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ اگر یہ
فقرہ الحاقی ہے تو اسکو انجیل سے نکال ڈالئے اور عقیدۂ تثلیث سے توبہ کیجئے مگر اسپر پادری
جان ٹامس صاحب نے یہ کہا کہ ہمکو اس مضمون کی تعلیم اَور طریقہ سے ہوئی ہو اور پھر پادری
نولس صاحب کی طرف مخاطب ہوکر یہ فرمایا کہ پادری صاحب اگر ایک پیالے پانی میں
ایک قطرہ پیشاب کا گر جائے تو وہ قطرہ سارے پانی کو ناپاک بنا دیتا ہے وہ پانی باوجودیکہ
قطرہ سے اضعاف مضاعف اور کہیں زیادہ ہو اُس قطرہ کو پاک نہیں بنا دیتا اسپر
پادری صاحب کو شور کرنے کے لئے ایک بہانہ ہاتھ آگیا کھڑے ہوکر بہت تیزی سے
یہ فرمایا کہ انجیل خدا کے کلام ہے اس قابل نہیں کہ اسمیں ناپاکی ملائی جائے آپ
ایسی بُری تشبیہ نہ دیجیے ہر چند پادری صاحب کا یہ شور بیجا تھا کیونکہ مولوی صاحب
نے انجیل کو تو پاک ہی پانی سے تشبیہ دی تھی ناپاک سے نہ دی تھی قطرۂ ناپاک قطرۂ
پیشاب ہے اگر تشبیہ دی تھی تو الحاقیات کو دی تھی اور ظاہر ہے کہ اسمیں کوئی بے ادبی
نہیں بلکہ الحاق کو بے ادبی کہیئے تو سراسر بجا ہے مگر حسب بیان مولوی صاحب اُسوقت
مولوی صاحب نے تطبیق مثال میں گفتگو کرنی فضول سمجھی اور اس اندیشہ سے کہ مبادا
اسمیں وقت ختم ہو جائے یہ کہا کہ پادری صاحب آپ کہاں تک ایسی باتیں کرینگے آپ
ایک مثال میں گفتگو کرینگے مَیں اَور دس مثالیں بیان کرونگا یہ تو آپ اُس سے
کہیئے جسکو اور مثال نہ آتی ہو آپ یہ مثال نہ سنیئے دوسری مثال سنیئے اگر کوئی شخص
حسن میں لاثانی ہو جمال میں یوسف ثانی ہو مگر اُسکی ایک آنکھ کانی ہو تو اُسکا یہ
عیب ساری خوبیوں کو خراب کر دیگا باقی اعضا کا حسن اور سارے کی خوبی اس آنکھ کے

عیب کو خیال نہ بنا دیگا ایسے ہی اگر کسی دستاویز کسی وثیقہ میں ایک جگہ مخدوش ہو تو باقی
دستاویز اور وثیقہ کی درستی اس ایک مقام مخدوش کو درست اور صحیح نہ بنا دیگی اُس ایک
جگہ کا مخدوش ہونا تمام دستاویز اور تمام وثیقہ کو مخدوش بنا دیگا پھر تماشا ہے کہ مقدمات
دنیوی میں تو ایسی دستاویزیں قابل اعتبار نہیں حالانکہ اہل عقل کے نزدیک متاع
دنیا چنداں قابل اہتمام نہیں اور مقدمۂ دینی میں ایسی دستاویز مخدوش لائق اعتبار
ہو جائے اور اتفاق سے حالت وعظ میں منصف شہر یعنے شاہجہان پور بھی آگئے تھے
اور مولوی صاحب کے سامنے ہی بیٹھے ہوئے تھے مولوی صاحب نے یہ کہکر منصف
صاحب کی طرف اشارہ کرکے پادری نولس صاحب سے فرمایا کہ اس مقدمہ میں
ہمارے آپ کے حکم منصف صاحب ہی رہے اوروں کے مقدمات اور جھگڑے بھی
یہی فیصل کرتے ہیں ہماری ڈگری بھی یہی کرینگے اور پھر منصف صاحب کی طرف مخاطب
ہوکر یہ فرمایا کیوں منصف صاحب آپ ہی فرمائیں اگر کوئی دستاویز جعلی آپ کے
ہاں آئے اور اُسکا جعل کھلجائے خود مدعی اقرار جعل کرے یا اور کسی طریقہ سے اُسکا جعلی
ہونا ثابت ہو جائے تو قانون سرکاری اُسکی نسبت کیا ہے اور آپ اس مقدمہ میں
کیا فیصلہ فرمائیں گے مگر منصف صاحب نے بطور اعلان کچھہ نہ فرمایا تبسم کرتے رہے ہاں
بعض صاحبوں سے سنا کہ منصف صاحب نے یہ فرمایا کہ دعوے ڈسمس دستاویز
مسترد مدعی اور گواہوں کو چودہ چودہ برس کی قید۔ شاید یہ بات منصف صاحب
نے اپنے پاس کے صاحبوں سے فرمائی ہو اور اُس وقت اوروں نے سنی ہو اور بعض کا
یہ مقولہ ہے کہ یہ بات موتی میاں صاحب یا مولوی عبدالحی صاحب نے فرمائی مگر راقم
حروف نے دونوں صاحبوں سے نہیں سُنی پر جس کسی نے کہی انصاف کی بات کہی
ہاں ایک اور بات اپنی سُنی ہوئی ہے وہ یہ ہے کہ جس شب کو چاندا پور سے شاہجہان پور آئے
اُسکی صبح کو راقم حروف مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں حاضر تھا اور واقعہ

چاندا پور کے متعلق یہی باتیں ہو رہی تھیں کہ ایک صاحب بقوم کہنے مسلمان مولوی صاحب
کی خدمت میں حاضر ہوئے اثنائے ملاقات ان سے یہ معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے ہم وطنوں
میں سے ہیں اُس ذکر میں ذکر اُنہوں نے یہ بھی کیا کہ منصف صاحب یہ فرماتے تھے کہ
مولوی محمد قاسم صاحب نبوت کے متعلق تقریر بیان کر رہے تھے جو میں بھی اُن کو دیکھ میں
پہنچ گیا مجکو وہ تقریر نہایت پسند آئی اسکے بعد انہوں نے پادری کو تو ایسا ذلیل کیا کہ غیرت
ہو تو منہ نہ دکھائے اور میں اُنکو نہیں جانتا تھا اور وہ مجھکو نہیں جانتے تھے خدا جانے
اُنہوں نے مجکو کاہیسے پہچان لیا جو بار بار میری طرف مخاطب ہوکر یہ کہتے تھے منصف صاحب
آپ ہمارے حکم رہو آپ اوروں کے مقدمے فیصل کرتے ہیں ہمارا مقدمہ بھی آپ ہی فیصل
کر دیجیے القصہ پادری صاحبوں کو مولوی منصور علی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب
کی باتوں کا جواب نہ آیا اور وقت مغرب بھی آگیا تھا اسلئے جلسہ برخاست ہوا مگر ان
دو بار کے بعد جنکا مذکور ہو چکا پادری محی الدین پھر نہ اُٹھے ایک بار کسیقدر آمادہ بھی
ہوئے مگر اور پادری اُنکی طرف گھورنے لگے اور اُنکا گھورنا بجا تھا اُنہیں کی بدولت پادریوں
کو یہ ندامت اُٹھانی پڑی اسلئے بطور ظرافت مولوی منصور علی صاحب نے اُسوقت پادریوں سے یہ
کہا دیکھنا پھر انگوٹ کھڑا کرنا نہیں تو پھر اسیطرح فضیحت کرائینگے ہندو انہیں میں کوئی صاحب
اس جلسہ میں اول سے آخر تک بولا بھی نہیں خیر وقت غروب آفتاب جلسہ برخاست ہوا
اہل اسلام شاداں و فرحاں اپنی فرودگاہ پر آئے بعد مغرب مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی منصور علی
صاحب وغیرہ خیمہ میں بیٹھے ہوئے تھے کسی نے مولوی محمد قاسم صاحب سے یہ کہا کہ بوجہ تنگی وقت اُس اعتراض
کا جواب رہ گیا جو پادری محی الدین نے بدستاویز درود شریف رسول اللہ صلعم کی افضلیت پر کیا تھا اگر آپ
اُسکا جواب بیان کرتے تو کیا بیان کرتے مولوی صاحب نے کہا پادری محی الدین کا یہ اعتراض رسول اللہ صلعم
کی افضلیت پر بوجہ تشبیہ حضرت ابراہیم جو درود شریف میں واقع ہے وارد نہیں ہو سکتا کیونکہ مشبہ بہ
کا افضل ہونا تشبیہات مجازی میں ضروری ہے تشبیہات حقیقی میں ضرور نہیں بلکہ تشبیہات

حقیقی میں یہ ضرور ہی کہ مشبہ اور مشبہ بہ وجہ شبہ میں دونوں برابر ہوں کوئی کسی سے کم و زیادہ
نہو ورنہ تشبیہ سراسر غلط ہوگی اور ظاہر ہی کہ درود شریف میں تشبیہ حقیقی ہی تشبیہ مجازی نہیں
ہاں اسوقت یہ شبہ پیدا ہوتا ہی کہ رسول اللہ صلعم کی فضلیت پھر بھی ثابت نہیں ہوسکتی کیونکہ
اگر مشبہ مشبہ بہ سے تشبیہ حقیقی میں افضل نہیں ہوتا تو موافق بیان ہذا دونوں کا مساوی ہونا
لازم آئیگا حضرت رسول اللہ صلعم اور حضرت ابراہیم دونوں ہم پلہ ہوجائینگے ایک دوسرے
سے افضل نہ رہیگا اس شبہ کا اول جواب تو یہ ہی کہ تشبیہ فی النسبت میں نسبت کا مساوی
ہونا ضرور ہی منسوب الیہ اور منسوب کا برابر ہونا ضرور نہیں مثلاً یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک کو
دو کے ساتھ وہی نسبت ہی جو ایک کروڑ کو دو کروڑ کے ساتھ نسبت ہی تو اس صورت میں نسبت
فیما بین تو بحکم تشبیہ مساوی ہی پر اس نسبت کا منسوب الیہ اُس نسبت کے منسوب الیہ کے ساتھ
اور اس نسبت کا منسوب اُس نسبت کے منسوب کے ساتھ کوئی نسبت نہیں رکھتا یعنے ایک
کو ایک کروڑ کے ساتھ اور دو کو دو کروڑ کے ساتھ کچھ نسبت نہیں علی ہذا القیاس یوں
کہہ سکتے ہیں جیسے روح ویسے فرشتے یعنی اگر اچھی روح ہی تو وقت موت اُسکے لینے کیلئے
رحمت کے فرشتے آتے ہیں اور اگر بُری روح ہی تو اُسکے لینے کے لئے عذاب کے فرشتے
آتے ہیں ایسے ہی یوں بھی کہہ سکتے ہیں جیسی روح ویسا بدن یعنی اگر روح انسانی ہے
تو بدن انسانی ہوتا ہی اور شکل انسانی ہوتی ہی اور اگر روح خنزیری ہوتی ہی تو جسم و شکل
بھی خنزیری ہی ہوتی ہی مگر سب جانتے ہیں کہاں ارواح بنی آدم کہاں فرشتے کہاں ارواح کہاں
اجسام یہ نہیں کہ ارواح بنی آدم اور فرشتے برابر ہوجائیں یا ارواح بنی آدم وغیرہ اور اجسام بنی
آدم وغیرہ برابر ہوجائیں باوجود صحت تشبیہ ان مواقع میں ان اشیاء کا برابر نہونا اسی بات پر
مبنی ہی کہ تشبیہ فی النسبت[۱] سے نسبت کا برابر ہونا چاہیئے اطراف کا مساوی ہونا

[۱] تشبیہ فی النسبت درود شریف میں یوں بھی متصور ہو کہ بوجہ کمال عبودیت و اخلاق بمقتضائے کرم خداوندی
رسول اللہ صلعم مثل حضرت ابراہیم علیہ السلام مستحق عنایت اور خدا کرم ہوں یا در تشبیہ کا صلیت سے یہ غرض ہو کہ

ضرور نہیں علیٰ ہذا القیاس یوں کہہ سکتے ہیں جیسا آفتاب ویسی دھوپ جیسا چاند ویسی چاندنی جیسا تخم ویسی ہی شاخ و برگ جیسا درخت ویسا ہی پھل سو اسیطرح درود شریف میں بھی خیال فرمایئے تفصیل اس اجمال کی یہ ہی کہ جیسے درویشی اور طریقت کے سلسلے متعدد ہیں ایسی ہی نبوت کے بھی سلسلے متعدد ہیں حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت رسول اللہ صلعم تو ایک سلسلہ میں ہیں یہ سلسلہ حضرت ابراہیمؑ سے چلا اور حضرت رسول اللہ صلعم پر ختم ہوگیا اور حضرت یعقوبؑ اور انکی اولاد حضرت موسیٰؑ ایک سلسلے میں ہیں یہ سلسلہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے چلا اور دور تک چلا گیا مگر سلسلہ اول میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بمنزلہ تخم سمجھئے اور حضرت رسول اللہ صلعم کو بمنزلہ درختِ کامل سمجھئے جسمیں شاخ و برگ پھول پھل سب موجود ہوں علیٰ ہذا القیاس سلسلۂ ثانی میں حضرت یعقوب علیہ السلام کو مثل تخم اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بمنزلۂ درخت کامل خیال فرمائیے اور پھر فرمایئے کہ باوجود امکان صحت تشبیہ تساوی کیونکر لازم آتی ہی اور حضرت رسول اللہ صلعم کی افضلیت کس طرح ہاتھ سے جاتی ہی۔ اور دوسرا جواب یہ ہی کہ اگر فرض کیجیے کوئی شخص ایک ماشہ کندن سونا لیکر ہزار من سونا خریدنا چاہے اور ماشہ بھر کندن سونے کو دکھلائے اور یہ کہے ایسا خریدنا منظور ہی تو یہ تشبیہ تو صحیح ہوتی ہی مگر اسکے یہ معنے نہیں ہوتے کہ ماشہ بھر اور ہزار من برابر ہوگئے جتنے ہزار من والے کو عزت اور ثروت حاصل ہی اُتنی ہی ماشہ بھر والے کو بھی ثروت اور عزت حاصل ہی بلکہ یہ مطلب ہوتا ہی کہ اس قسم کا ہو اس نوع کا ہو غرض تشبیہ فی النوع مراد ہوتی ہی اور اس وجہ سے تساوی نوعی ضرور ہی مگر تساوی نوعی کو یہ لازم نہیں کہ مراتب شخصی بھی برابر ہوجائیں جو ہزار من والے کا افضل ہونا اور ماشہ بھر والے کا کمتر ہونا لازم نہ آئے ایسے ہی درود شریف میں صلوات ابراہیمی کو نمونہ سمجھئے اور تشبیہ فی النوع مراد لیجیے اور جیسے ہزار من والا ماشہ بھر والے سے افضل ہوتا ہی ایسے ہی رسول اللہ صلعم کو حضرت ابراہیم علیہ السلام ہی افضل

سمجھیے اسی اثنا میں منشی پیارے لال صاحب تشریف لے آئے اور مولوی محمد قاسم صاحب
یہ فرمانے لگے کہ بعد مغرب پادری اسکاٹ صاحب وغیرہ ہم بھی آ پہنچے اور گفتگو کے متعلق
شرائط مشتہرہ یہ فرمانے لگے کہ درس کے لیئے ایک گھنٹہ سے کم نہ ہونا چاہیئے اس باب میں
مسلمانوں کی رائے ٹھیک ہے کیونکہ ایک گھنٹہ سے کم میں کوئی کیا بیان کریگا اسلیئے پادری نولس
صاحب وغیرہ نے مجھکو بھیجا ہے کہ آپ جو درس کے لیئے ایک گھنٹہ تجویز کرتے تھے اب ہم بھی
وہی تجویز کرتے ہیں اس پر مولوی صاحب نے فرمایا اب ہمکو منظور نہیں جتنے تین گھنٹہ تک
مغز زنی کی اور بہزار منت پادری صاحب سے عرض کیا کہ کم سے کم ایک گھنٹہ درس کے
لیئے رکھئے مگر پادری صاحب نے ایک نہ سنی اب پادری اسکاٹ صاحب نے کہا تو ہم سے کہتے
ہیں کہ اچھا ایک ہی گھنٹہ سہی ہم پادری صاحب کے محکوم نہیں پادری صاحب اس میلے
کے حاکم نہیں کہ جو وہ چاہیں سو ہو اسکے بعد منشی صاحب سے مولوی صاحب نے یہ کہا کہ ہم کو
ایک گھنٹہ سے انکار نہیں پر پادری صاحب کو ذرا شرمانا بھی چاہیئے مجکو انکا شرمانا
منظور ہے اول انکو شرما کر پھر اجازت دیجائیگی پھر مولوی صاحب نے منشی صاحب سے کہا کہ
اب شاید پادری صاحب یہ بھی درخواست کریں کہ پادری اسکاٹ صاحب بھی مناظرہ
کرنیوالوں میں داخل کیئے جائیں اور وہ جو آج پانچ پانچ آدمی گفتگو کے لیئے مقرر ہوئے
تھے اور انکے نام معین ہو گئے تھے وہ شرط بھی ترمیم کی جائے منشی صاحب نے کہا کہ ہاں ٹ
اس بات کے بھی خواستگار ہیں اور اسکے ساتھ یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر اہل اسلام چاہیں تو
وہ بھی کسی اور کو شامل کرلیں ہرچند یہ بات عین مطابق رائے مولوی صاحب کے تھی کیونکہ
مولوی محمد علی صاحب بھی بعد مغرب ہی تشریف لائے تھے۔ اور بوجہ کمال علمی
مولوی صاحب موصوف مولوی محمد قاسم صاحب اور تمام مناظرین اہل اسلام کو یہ
آرزو تھی کہ انکا نام بھی مناظرین میں داخل کیا جائے بلکہ بلحاظ تشریف آوری منشی اندرمن
انکا مناظرین میں داخل ہونا ضرور تھا بلکہ خاص اسلیئے انکو تکلیف دی گئی تھی مگر تاہم بغرض

مکافات درشتی پادری صاحب[1] لزام حجت اُس وقت بظاہر مولوی صاحب نے یہی فرمایا کہ جو تقریر شرائط تغیر و تبدیل ممکن نہیں جو ہو چکا سو ہو چکا اور پھر یہ فرمایا کہ منشی صاحب مجھ کو کسی بات پر خواہ مخواہ اڑ نہیں مگر ہاں پادری صاحب کی اس کج رائی پر کہ ہم منتیں کریں ورنہ تسلیم کریں بالفعل ہماری طرف سے یہی جواب ہو کہ اب کچھ نہیں ہو سکتا آپ اُنکو سنا دیں باقی جو کچھ ہوگا وقت پر دیکھا جائیگا پھر منشی صاحب کیطرف مخاطب ہو کر کہا منشی صاحب آپنے دیکھا پادری صاحبوں نے کیسے کیسے حیلے بہانے کئے اور کس کس طرح اہل اسلام کو اظہار مطالب و اثبات مدعا سے مجبور کرنا چاہتے ہیں کبھی کہتے ہیں دو روز سے زیادہ مباحثہ نہو کبھی فرماتے ہیں چار منٹ حد نہایت ہیں اس سے زیادہ درس کے لئے وقت نہ دیا جائے کوئی پادری صاحب سے پوچھے کہ پہلے سے کون اپنے مطالب کو ناپ تول کر لاتا ہو جو وقت قلیل محدود الطرفین میں بیان کرے اور مذہبی مباحث چار پانچ منٹ یا دس بیس منٹ میں کوئی کیونکر پورا کر سکتا ہو بلکہ مولوی صاحب نے بعض مواقع میں یہ بھی فرمایا تھا کہ جسکے مذہب میں ایک دو فضیلت ہو وہ دو چار منٹ میں بیان کر سکتا ہو پر جسکے مذہب میں ہزاروں فضائل ہوں وہ اتنے تھوڑے سے عرصہ میں کس طرح بیان کر سکتا ہی منشی صاحب نے مولوی صاحب کے اس فرمانے پر فرمایا واقعی اتنا ہمکو بھی معلوم ہوتا ہی کہ پادری صاحب آپ سے گھبراتے ہیں اور اُن میں آپ کے مقابلہ کی طاقت معلوم نہیں ہوتی پھر مولوی صاحب نے فرمایا منشی صاحب ہمکو آپ سے یہ بڑی شکایت ہو کہ ہم اور پادری صاحب دونوں آپ کے بلائے ہوئے دونوں آپ کے مہمان ہیں آپ کو لازم تھا دونوں کو برابر سمجھتے مگر جب آپ ڈھلتے ہیں اُنھیں کی طرف ڈھلتے ہیں جب تائید کرتے ہیں اُنہیں کی کرتے ہیں اُنہیں کی ہاں میں ہاں ملاتے ہیں منشی صاحب نے فرمایا ہم تو سبھی کے خادم ہیں۔ پر اتنا فرق ہو کہ پادری صاحبوں سے ناخوشی کا اندیشہ ہو ڈرتا ہوں کہیں ناخوش ہو کر

---

[1] مطلب یہ تھا کہ دربارۂ شرائط مناظرہ آپ نے اُنھیں کی سی کہی حالانکہ بذریعہ تحریر بواسطۂ موتی میاں صاحب مولوی صاحب کی درخواستیں دربارۂ شرائط منشی صاحب نے پیشتر منظور کرلیں تھیں ۱۲ منہ

چلے نہ جائیں اور آپ کے اخلاق سے اس بات کا اندیشہ نہیں علاوہ بریں آپ تو سب کی
مان لیتے ہیں اور پادری صاحب کسی کی نہیں مانتے خیر منشی صاحب تو چلے گئے اور
مولوی محمد قاسم صاحب اسی پس و پیش میں مولوی محمد علی صاحب کی خدمت بخشی میاں
صاحب کے خیمہ میں تشریف لیگئے باتوں باتوں میں موتی میاں صاحب مولوی محمد قاسم صاحب
سے فرمانے لگے پنڈت دیانند سرستی اور منشی اندرمن آپ کے اور مولوی منصور علی صاحب
کی بہت تعریف کرتے تھے اور آپ نو مسلم جیون کی تقریر اور علم کے بہت مداح تھے - بعد
اُسکے موتی میاں صاحب نے مہمان نوازی کو کام فرمایا خاطر و تواضع سے سب کو مکلف کھانا
کھلایا نماز عشا سے فارغ ہوکر ہر ایک کو سونے کی سوجھی مگر علاوہ ساکنان شاہجہانپور
نواح شاہجہان پور - دیوبند - میرٹھ - دلّی - خورجہ - سنبھل - مرادآباد - رامپور - بریلی -
تلہر تک سے بعض بعض شایق تشریف لائے تھے اور سب ملکر ایک مجمع کثیر ہوگیا تھا اسلئے وہ خیمہ
جو موتی میاں صاحب نے خاص باہر کے مہمانوں کے لئے حسب استدعا مولوی محمد قاسم صاحب
کے نصب کرا دیا تھا کافی نظر نہ آیا اور ادھر موسم کی یہ کیفیت کہ شب کو کسی دن کم کسی
دن زیادہ سردی ہوا کرتی تھی - اُس روز اتفاق سے زیادہ سردی تھی پھر اُس پہ
جنگل کی ہوا دریا کا کنارہ شب کا وقت اور درختوں کی آڑ اور خیمہ کے سایہ کے سوا
اور کوئی بچاؤ نہ تھا سردی کو گیا سمجھ کر سامان سرمائی اکثر صاحب ساتھ نہ لائے تھے
مولوی محمد قاسم صاحب کو اوروں کا فکر ہوا موتی میاں صاحب کی خدمت میں جاکر
یہ سب ماجرا بیان کیا اور یہ کہا کہ آپ کے مہمان بکثرت ہیں وہ خیمہ جو آپ نے مہمانوں
کے لئے کھڑا کرایا تھا کافی نہوا اب بجز اسکے چارہ نہیں کہ آپ اجازت دیں جن صاحبوں کو
جائے نہ ملے وہ آپ کے خیمہ میں آرام کریں مگر موتی میاں صاحب کے اخلاق کریمانہ اور
مہمان نوازی کی کیا تعریف کیجیے سنتے ہی بکمال اخلاق یہ فرمایا مولوی صاحب یہ بات آج
آپ کے پوچھنے کی نہیں آج تو میں آپ سے پوچھوں تو بجا ہے کہ میں کہاں سوؤں ؟

مگر اتنی مہلت دیجیے کہ جو صاحب باقی ہیں وہ کھانا کھالیں۔ القصہ کچھ یہاں کچھ وہاں جہاں کسیکو جگہ ملی سر رکھکر پڑ گیا صبح ہوتے ہی پھر وہی ذکر و فکر تھا ہوتے ہوتے ساڑھے سات بج گئے۔

کیفیت جلسۂ روز دوم

ساڑھے سات بجتے ہی گفتگو کرنے والے اور سننے والے سب میدان مناظرہ میں اکٹھے ہوئے اہل اسلام بھی بسم اللہ کر کے پہنچے جب سب اپنے اپنے ٹھکانے پر بیٹھ گئے تو اُسوقت پادری نولس صاحب وغیرہ نے مولوی محمد قاسم صاحب سے اس بات کی درخواست کی کہ وقت وعظ پڑھا دیا جاوے اور آج ہماری طرف سے پادری اسکاٹ صاحب درس دینگے مولوی صاحب نے فرمایا کل ہم بہزار منت آپ سے اس بات کے خواستگار رہے کہ کم سے کم درس کے لئے ایک گھنٹہ عنایت کیجیے ہماری التماس اور عجز و نیاز پر تو آپ نے نظر نہ فرمائی آج اگر کسی کے کہنے سننے سے اپنا نفع نظر آیا تو آپ ہم سے اسی بات کے خواستگار ہوتے ہیں جسکا ہم سے انکار کر چکے میں جو ہو چکا سو ہو چکا اب کیا ہوتا ہے نہ وقت مقررہ میں تبدیل ہو سکتی ہے نہ پادری اسکاٹ صاحب کے درس کی اجازت ہو سکتی ہے یہ بات وقت تجویز شرائط کے ساتھ گئی اب کچھ نہیں ہو سکتا ورنہ اسکے یہ معنی ہونگے کہ ہم باوجودیکہ رکن مباحثہ میں مباحثہ کے حساب سے کالعدم ہیں جو کچھ ہوتے آپ ہی ہوویں اسپر پادری نولس صاحب نے فرمایا آپ پادری اسکاٹ صاحب سے ڈرتے ہیں مولوی صاحب نے فرمایا میں تو خدا کی عنایت سے پادری اسکاٹ صاحب کے اُستاد ہوں تو اُنسے بھی نہ ڈروں بلکہ انشاء اللہ تعالیٰ تمام پادری بھی اکٹھے ہو جائیں تو نہیں ڈرتا مجھکو فقط یہ جتلانا تھا کہ بات کو مقرر کر کر اگر کون قائم رہتا ہے اور کون پھر جاتا ہے ہمارا تو یہ قول ہے کہ گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ دو گھنٹے جسقدر چاہیں آپ درس کے لئے وقت مقرر کریں جس کو چاہیں درس کے لئے تجویز کریں ہم ہر طرح سے موجود ہیں پر آپ کی طرف سے پادری اسکاٹ صاحب داخل مناظرین گنے جاتے ہیں تو ہم جناب مولوی محمد علی صاحب کو شامل کرینگے۔ مگر ایسا

یاد پڑتا ہی کہ گفتگو ہو ہوا کر تینون فریق کی رضا سے یہ بات مقرر ہوئی کہ آدھا گھنٹہ درس کے لئے رہے اور دس دس منٹ اعتراض و جواب کے لئے دئیے جائیں اسی اثنا رمین یہ جھگڑا بھی ہوتا رہا کہ اول کون کھڑا ہو مولوی محمد قاسم صاحب نے چند بار فرمایا کہ اگر آور صاحب اول کھڑے ہونیسے گھبراتے ہیں تو مجھکو اجازت ہو میں سب میں اول کھڑا ہوتا ہوں جب یہ مرحلے ہو چکا تو پادری صاحبوں نے اور منشی کھائی کیا فرماتے ہیں اُن سوالات میں سے جو منشی پیارے لال کی طرف سے پیش ہوئے اول سوال چہارم میں گفتگو ہونی چاہیے مولوی محمد قاسم صاحب نے فرمایا اگر لحاظ اثبات و تحقیق مذہب ہے تو جیسا ہم کل عرض کرتے تھے اول ذات باری میں گفتگو ہو کہ ہی یا نہیں اور ہی تو ایک ہی یا متعدد پھر صفات باری میں گفتگو ہو کہ صفات مخصوصہ ذات خالق کیا کیا ہیں اور کون کونسے صفات اُسمیں پائے جاتے ہیں کونسے نہیں پائے جاتے پھر تجلیات جناب باری میں گفتگو ہو یعنی جیسے آئینہ وغیرہ میں آفتاب غیرہ کی جلوہ افروزی ہوتی ہی خدا کی جلوہ افروزی کس کس چیز میں اور کہاں کہاں کس حکمت سے ہی اُسکے بعد نبوت میں گفتگو ہو کہ انبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہی کہ نہیں اور کون ہی کون نہیں اُسکے بعد احکام میں مباحثہ ہو کہ کونسا حکم اصول مذکورہ پر منطبق ہو سکتا ہی اور کونسا حکم منطبق نہیں ہو سکتا اور کونسا حکم قابل تسلیم ہی کونسا نہیں اگرچہ برسے انصاف بعد ثبوت نبوت شخص معین و صحت روایت عقل نارسا سے احکام کی بھلائی برائی کی تفتیش امر لاطائل بلکہ نا زیبا ہی کیونکہ عقل سے یہ کام ہو سکتا تو انبیاء علیہم السلام کی ضرورت ہی کیا تھی اور بنی کا کہنا واجب التسلیم ہوگا تو پھر جو کچھ وہ فرمائیں بسرو چشم بہرحال اگر اثبات و تحقیق مذہب پر نظر ہی تو ترتیب عقلی یہ ہی جو ہم نے کل عرض کی اور اگر اثبات مذہب سے کچھ بحث نہیں منشی پیارے لال صاحب ہی کے فرمانے کا اتباع ہی تو جو ترتیب اُنکی تجویز کی ہوئی ہی اُسکے موافق کام کیا جائے بایں ہمہ ہم اسپر بھی راضی ہیں اگر پنڈت صاحب وغیرہ مناظران ہنود راضی ہو جائیں غرض اہل اسلام کی طرف سے کسی امر میں یہ اصرار نہیں

ہوا کہ یوں ہو یوں نہو مگر ہندوؤں اور عیسائیوں کی طرف سے دربارۂ سوالات اور تعیین اوقات البتہ اصرار رہا ہندوؤں نے جو سوالات مذکورہ کی نسبت اصرار کیا اور درس کے وقت کے بڑھانے پر راضی نہوئے تو اسکی یہ وجہ تھی کہ حسب بیان بعض معتبرین سوالات مذکورہ پنڈت دیانند کے تجویز کئے ہوئے تھے گو بظاہر سائل منشی پیارے لال تھے چنانچہ سوالات خود کہے دیتے ہیں کہ کس نے تجویز کئے اور ظاہر ہو کہ جو شخص خود سوالات تجویز کریگا اور وہ بھی اسطور پر کہ ایک ہفتہ پہلے سے اسی کام کے لئے آیا ہوا ہو اسکو ان سوالات کے جواب میں کچھ دقت نہیں ہوتی ہاں جو شخص پہلے سے بےخبر ہو اس قسم کا سامان کتب اسکے ساتھ نہو اسکی دشواری دیکھنی چاہیے اور یہی وجہ معلوم ہوتی ہے کہ انکو افزایش وقت سے اول اول انکار رہا یہ سمجھا ہوگا ہم تو سمجھے سمجھائے ہوئے ہیں جو کچھ ہوگا جھٹ پٹ بیان کر دینگے پر جو شخص پہلے سے بیخبر ہو وہ اگر کچھ بیان بھی کرتا ہو تو بدقت اور بدیر بیان کرتا ہو بایں ہمہ عجب نہیں پنڈت صاحب کو یہ بھی خیال ہو کہ پادری لوگ تو فلسفہ اور الٰہیات سے بے خبر ہی ہوتے ہیں رہے اہل اسلام انہیں اگرچہ ان علوم کو ایسا جانتے ہیں کہ عالم میں ایک دو کے علی نہیں جانتا مگر جو صاحب پادریوں کے مباحثہ کا شغل رکھتے ہیں وہ صاحب اکثر ان علوم سے بے بہرہ ہوتے ہیں وہی صاحب تشریف لائے ہونگے ان سوالات کے جوابوں میں خواہ مخواہ رہجائینگے ہاں اور قسم کے سوالات پیش کئے گئے تو پھر اہل اسلام سے بازی جیتنی البتہ امر محال ہے علاوہ بریں جلسہ سال گزشتہ میں اہل اسلام کی طراق پڑاق کی گفتگو کے افسانے سُنے ہوئے تھے اسلئے یہ چال چلنی مناسب سمجھے اور پادری نولس صاحب وغیرہ جو ان سوالوں پر اڑے ہوئے تھے تو اسکی دو وجہ معلوم ہوتی ہیں ایک تو یہ کہ مولوی محمد قاسم صاحب نے جو روز اول دربارۂ تغیر سوالات بطور رفتار کے ایسے بہت کچھ کہا سُنا تو وہ بھی مثل پنڈت صاحب شاید یہ سمجھے کہ ان سوالوں کے جواب میں یہ لوگ عاری ہیں انہیں سوالات میں گفتگو ہو تو بہتر ہے ہمکو جواب آئے کہ نہ آئے پر کسی طرح سینہ سے

سال گزشتہ کا داغ جاوے یا رسال کا اہل اسلام کا غلبہ کسی طرح خاک میں ملجائے گو ہم بھی لاجواب رہیں مگر اس مجمع میں ہمکو کوئی کہے گا تو بعد ہی میں کہیگا اول بدنام ہونگے تو اہل اسلام ہی ہونگے ~~~ شنام کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتے ~~~ گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد ~~~ یہ نہ سمجھے کہ مولوی محمد قاسم صاحب کی التماس خدا جانے کس غرض سے ہو دوسرے انکو وقت تک انکو یہ بھی بھروسہ تھا کہ پادری اسکاٹ صاحب علم معقول میں یکتا ہیں رسالۂ منطق کی تصنیف پر سرکار سے پانسو روپیہ انعام پا چکے ہیں شام تک وہ آجائیں گے آج جوں توں دن کو ٹلاؤ چنانچہ یہی ہوا کہ روز اول اصرار اور انکار ہی میں وقت جلسہ گذر گیا اور گفتگو نہ ہونے پائی مگر شام کو پادری اسکاٹ صاحب تشریف لائے تو سوالات کو سنکر گھبرا گئے اسلیئے اس بات کے مستدعی ہوئے کہ سوال چہارم میں اول گفتگو ہو اور دربارۂ وقت درس اگرچہ پادری نولس صاحب نے غالباً بلحاظ وسعت تقریر مناظران اہل اسلام جو سال گزشتہ میں دیکھ چکے تھے بہت کچھ تنگی کرنی چاہی چار منٹ سے بدشواری بیس منٹ پر آئے اور باوجودیکہ اُن کو یہ یاد دلایا گیا کہ سال گزشتہ میں آپ باوجود اصرار اہل اسلام پندرہ منٹ سے زیادہ نہ بڑہے اور پھر خود اپنے درس کے وقت آپکو مولوی محمد قاسم صاحب سے پندرہ منٹ کے بعد اور پندرہ منٹ کی اجازت لینی پڑی اس تجربہ کے بعد بھی آپ وہی کہے جاتے ہیں انھوں نے ایک نہ مانی لیکن پادری اسکاٹ صاحب کو اپنے دن بھی نظر آئے اسلیئے باوجود تقرر شرائط شرط وقت میں ترمیم کی تدبیر کے درپے ہوئے کمی سے زیادتی کی طرف آئے مگر اہل اسلام کی طرف سے روز اول تو دربارۂ شرائط کچھ تکرار رہا اور سوالات میں اسلیئے کہ مطلب اصلی یعنی تحقیق مذہب ہاتھ آئے حاضران جلسہ جو اکثر اسی امید میں آئے ہیں محروم نہ جائیں علاوہ بریں اس قسم کی باتیں چونکہ اکثر کانوں میں پڑتی رہتی ہیں ہر کوئی سمجھ سکتا ہے جو باتیں کبھی سنی بھی نہیں انکو کون سمجھے گا اور یہ بھی احتمال ہے کہ اسطور سے دوسروں کی نسبت اپنی درماندگی اور عجز کا ایہام منظور ہو تا کہ اس بناء پر حریف تو مغرور ہو جائے اور حاضران جلسہ کو

اُن سے کچھ امید نہ رہی پھر اسکے بعد حریف کو پچھاڑا تو زیادہ لطف ہوگا اور سب کو یاد رہیگا
مگر آخر کار رہا یہی خیال کہ مبادا حاضران جلسہ کو گریز کا وہم ہو اور پادری لوگ اور پنڈت
لوگ یہ کہتے پھریں کہ اہل اسلام گریز کر گئے مولوی محمد قاسم صاحب نے یہ فرمایا کہ ہم اسطرح سے
آمادہ ہیں پنڈت صاحب کو راضی کر لیجیے مگر پنڈت صاحب راضی نہوئے آخر کار منشی
پیارے لال کی رائے پر منحصر رکھا گیا مگر انھوں نے بھی اُس وقت پنڈت جی ہی کی سی کہی
یہ کہا کہ میری رائے میں بھی یہی ہے کہ گفتگو ہو تو حسب ترتیب سوالات ہو اسلئے پادری صاحب کو
مجبور ہونا پڑا اور یہ کہا کہ نیک کل بعد شام آیا تھا عیسائی بھائیوں نے مجھ سے یہ کہا کہ کل ہم لوگ
چہارم کا درس دینا پڑیگا میں نے اسی سوال کو دیکھ بھال سوچ سمجھ رکھا تھا مگر جب آپ صاحب نہیں مانتے
تو مجبوری ہے اُسی سوال کا درس دیتا ہوں جو اُن سوالات میں اول ہے وہ سوال یہ تھا۔ خدا نے دنیا
کو کب پیدا کیا اور کاہے سے پیدا کیا اور کیوں پیدا کیا غرض اس سوال کے جواب دینے کے لئے پادری
اسکاٹ صاحب اُس چوکی پر تشریف لائے جو گفتگو کرنیوالوں کے لئے بیچ میں بچھائی گئی تھی اور یہ فرمایا
سائل جو یہ پوچھتا ہے کہ خدا نے دنیا کو کاہے سے پیدا کیا اس کا جواب تو یہ ہے کہ نیستی کو ہستی کیا اپنی قدرت
سے پیدا کیا۔ اپنے ارادے سے پیدا کیا۔ اور یہ جو وہ پوچھتا ہے کہ کب پیدا کیا یہ بات قابل سوال نہیں
اس سے بندہ کو کیا مطلب ہے کہ کب پیدا کیا جاسکی تحقیق کیجیے غرض مباحثہ مذہبی سے اسکو کچھ
تعلق نہیں اور نہ کتب مذہب کی رو سے اسکا ثبوت ہو سکتا ہے البتہ جیولوجی اسمیں کچھ لکھتے ہیں
سو اُن کے اقوال خود مختلف ہیں مگر اتنی بات یقینی ہے کہ عالم کے وجود کے لئے ایک ابتدا ہی ہے یہ بات
کہ کیوں پیدا کیا اسکا جواب یہ ہے کہ اُسکا خوشی جو اُسکے جی میں آیا اُس نے کیا عالم کے بنانے میں اُسکا کچھ
نفع نہیں اگر ہوگا تو کسی اور ہی کا نفع ہوگا خلاصہ جواب پادری صاحب تو اتنا ہی ہے اگرچہ الفاظ
اتنے کچھ تھے کہ ایک وقت وسیع پادری صاحب نے انکو بیان میں صرف کیا غرض پادری صاحب خاموش ہو کر
کرسی پر بیٹھے اور مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ پادری صاحب مطلب سوال ہی
نہیں سمجھے سائل کا یہ مطلب نہیں کہ موجود ہونے سے پہلے معدوم تھا یا نہ تھا یا خدا نے

جو عالم کو پیدا کیا تو اُسکے بنانے میں قدرت سے یا کسی اَور آلہ سے کام لیا اگر یہ مطلب ہوتا
تو البتہ پادری صاحب کا یہ جواب مطابق سوال ہوتا سائل کا یہ مطلب معلوم ہوتا ہے
کہ مادہ[1] عالم کیا ہے خداوند عالم نے عالم کو کس مادہ اور کس اصل سے بنایا یہ کہکر
منشی پیارے لال اور لالہ مکتا پرشاد وغیرہم کی طرف متوجہ ہو کر استفسار مطلب سوال
کا ارادہ کیا ہی تھا جو لالہ مکتا پرشاد نے کہا کہ ہاں صاحب یہی مطلب ہے جو آپ نے بیان
کیا اسکے بعد مولوی صاحب نے فرمایا کہ جب پادری صاحب مطلب سائل ہی نہیں
سمجھے تو اُنکا جواب سراسر لغو ہو گیا سوال از آسمان جواب از ریسمان اسی کو کہتے ہیں -
ہاں جواب سوال ہم بیان کرتے ہیں حاضران جلسہ متوجہ ہو کر سنیں عالم کو خداوند عالم سے
ایسی نسبت سمجھئے جیسے دھوپ کو آفتاب سے نظر آتی ہو جیسے آفتاب طلوع ہوتا ہے تو اُسکے
نور سے عالم منور ہو جاتا ہے اور غروب ہوتا ہے تو اُسکا نور اُسکے ساتھ چلا جاتا ہی اور سے
زمین و آسمان تیرہ و تاریک رہجاتے ہیں ایسے ہی ارادہ ایجاد خداوندی سے مخلوقات
موجود ہو جاتے ہیں - اُسکے ارادۂ فنا سے مخلوقات فنا اور معدوم ہو جاتے ہیں جیسے
دھوپوں کا مادہ وہ نور آفتاب ہے جو اُس سے لیکر دور دور تک پھیلا ہوا ہے
اور تمام زمین و آسمان کو اپنے آغوش میں لئے ہوئے ہو ایسے ہی تمام مخلوقات کی
ہستی کا مادہ خدا کا وہ وجود ہے جو تمام کائنات کو محیط ہے اور سب کو اپنے اندر لئے
ہوئے ہے جیسے دھوپوں کی روشنی کی اصل آفتاب کا نور مذکور ہے اور دھوپوں کے
اشکال مختلفہ مربع مثلث مخروط دائرہ وغیرہ موافق تقطیعات صحن و روشندان وغیرہ

[1] مخلوقات کا قبل پیدائش معدوم ہونا ایسا نہیں جو کوئی نہ جانتا ہو جو نوبت سوال آتی علی ہذا القیاس خالق کا صاحب ارادہ و صاحب
قدرت ہونا بھی ایسی چیز نہیں جو پوچھنے کے لائق ہو استفسار نہیں البتہ مادہ عالم ایسی چیز ہو کہ اسکی حقیقت ہر کسی کو معلوم نہیں اسلئے مولوی صاحب
نے فرمایا تھا کہ مطلب سائل یہ نہیں جو پادری صاحب سمجھے بلکہ مطلب سائل اور ہی کچھ ہو اس کے کہنے کو تو منشی پیارے لال
پیارے لال کے ہاں میں زیادہ مشہور تھے مگر دیکھنے بھالنے سے یوں معلوم ہوتا تھا کہ لالہ مکتا پرشاد بھی شریک ہیں اہتمام میں ہوا ہے

اُسپر عارض ہوجاتے ہیں ایسے ہی مخلوقات کی ہستی اور وجود کی اصل تو خدا کا وجود مذکور ہی
پر اشکالِ مختلفہ مخلوقات جنکے وسیلہ سے ایک دوسرے سے تمیز کرسکتے ہیں موافق علم خداوندی
اُسپر عارض ہوجاتی ہیں غرض جیسے کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والوں کی حرکت تو ایک
ہوتی ہی پر کشتی اور کشتی میں بیٹھنے والے باہم مغائر ہوتے ہیں کشتی اَور ہے اور کشتی نشین
اَور پھر میں اَور ہوں اور تم اَور ایسے ہی خداوند عالم اور عالم کا وجود تو واحد ہے
پر خدا اَور ہے اور عالم اَور ہے میں اَور ہوں اور تم اَور ہو غرض جیسے نور مذکور اور حرکت
مذکور دونوں طرف منسوب ہیں آفتاب و کشتی کی طرف انتساب صدور اور انتساب اوّلی اور
ذاتی اور حقیقی ہی اور زمین اور کشتی نشین کی طرف انتساب وقوع اور انتساب ثانوی اور
عرضی اور مجازی ہی ایسے ہی وجود واحد دونو طرف منسوب ہے خدا کی طرف تو نسبت صدور
اور ذاتیت اور حقیقیت اور اولیت ہی اور عالم کی طرف نسبت وقوع اور عرضیت اور
مجازیت اور ثانویت ہے جیسے دھوپوں کی شکلیں مربع ہوں یا مدوّر مثل نور آفتاب
کی طرف سے صادر ہوکر اور اُنہیں سے نکلکر نہیں آتیں اور اسلئے مثل نور اُسکی عطا اور
اُسکا فیض اور اُسکی صفت نہیں بلکہ یوں کہتے ہیں کہ آفتاب کے سبب پیدا ہوگئی ہیں
آفتاب طلوع نہوتا تو یہ شکلیں پیدا نہوتیں ایسے ہی حقائق مخلوقات یعنی اُنکی اشکال
ممیزہ خواہ ظاہرہ ہوں جیسے حقایق اجسام یا باطنہ جیسے حقائق ارواح مثل وجود
خدا کی ذات سے صادر ہوکر اور اُس سے نکلکر نہیں آئیں جو اُنکو فیض خداوند عالم اور
عطاء خداوند عالم اور صفت خداوند عالم کہیئے بلکہ خداوند عالم کی ذات کے بدولت یہ
تمام حقائق پیدا ہوگئے ہیں اگر وہ ارادۂ ایجاد نکرتا تو یہ کارخانہ پردۂ عدم سے جلوہ گاہ
وجود میں نہ آتا اس صورت میں حقائق کی بھلائی بُرائی خالق کی بھلائی بُرائی کا باعث
نہوگی وہ اشکال ہی بھلی بُری کہلائینگی اسکی ایسی مثال ہے جیسے صفحۂ کاغذ و
دفتیوں پر کوئی خوشنویس بھلے اور بُرے حرف لکھدے ظاہر ہے کہ وہ حرف ہی بھلے یا بُرے

معلوم ہونگے کہ آفتاب اور خوشبو میں اُنکے سبب بھلا یا بُرا معلوم ہوگا ایسے ہی حقائق ممکنہ کی
بھلائی یا بُرائی خدا کی بھلائی یا بُرائی کا باعث ہوگی وہ بھلائی اور بُرائی اُن حقائق تک ہی
رہیگی بالجملہ حقائق ممکنہ خدا سے بھی مغایر اور باہم بھی مغایر البتہ بادہ حقائق مذکورہ وہ
وجود مشترک ہی جسکو خدا کی ذات سے وہ نسبت ہے جو آفتاب کی شعاعوں کو اُسکی ذات
سے نسبت ہوتی ہی مخلوقات اپنے وجود میں اُسکی ایسی ہی محتاج ہیں جیسی دھوپ میں اپنے
وجود میں شعاعوں کی محتاج ہیں یا حرارت آب گرم اپنے وجود میں حرارت آتش کی
محتاج ہی چنانچہ مخلوقات کے وجود کی ناپائداری اور آمد و شد ہی اسبات پر دلالت کرتی
ہی کہ اُنکا وجود خانہ زاد نہیں مستعار ہے کسی ایسے کا فیض ہی جسکا وجود اُسکا خانہ زاد اور
اُسکی ذات کے ساتھ مثل حرارت آتش و نور آفتاب لازم و ملازم رہتا ہے رہی یہ بات
کہ خدا نے دنیا کو کب پیدا کیا اسکے جواب میں ہم بھی پادری صاحب ہی کے ہمصفیر
ہیں واقعی یہ بات ازروے مذہب قابل استفسار نہیں اگر قابل استفسار ہے تو یہ بات
ہے کہ کیوں بنایا روٹی کی نسبت یہ بات پوچھنا کہ کب پکی اور کب پکائی ایک امر لغو ہے
قابل استفسار ہی تو یہ بات ہی کہ روٹی کاہے کے لئے پکائی جاتی ہی سو غرض پیدایش
عالم جو سوال اول کی تیسری شق ہے البتہ قابل استفسار اور لائق جواب ہے اسلئے ہم
بھی عرض کرتے ہیں مگر اول یہ عرض کرتے ہیں کہ پادری صاحب کا بہ نسبت غرض
پیدایش یہ کہنا کہ اُسکا خوشی یعنی خدا کی خوشی میں آیا عالم کو بنا دیا ایسی بات ہی کہ جسکو
بعد تنقیح مطلب پادری صاحب کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا) اسکا حاصل تو یہ ہوا کہ عالم کے
پیدا کرنے میں کوئی غرض اور حکمت نہیں یوں ہی جو خوشی میں آیا کر لیا اگر یہ ہے تو یوں
کہو پادری صاحب نے خدا کے افعال کو بچوں کے افعال کے برابر کر دیا یہ شان بچوں
کی ہوتی ہی کہ جو جی میں آیا کر لیا جی چاہا بیٹھ گئے جی چاہا کھڑے ہو گئے جی چاہا
کھیلنے لگے جی چاہا تھم گئے کھانے کو جی چاہا کھا لیا سونے کو جی چاہا سو رہے خدا کیا

اور یہ بات کہاں اُسکے افعال میں بھی حکمت نہو تو اور کس کے افعال میں حکمت اور مصلحت
ہوگی اُسکے بندوں میں تو یہ صفت ہو کہ جو کریں اُسکے لیے کوئی نتیجہ سوچ لیں کوئی حکمت
اور مصلحت خیال میں ٹھہرالیں خداوند عالم میں یہ عمدہ بات کیونکر نہو گی مگر ہاں یہ مسلم کہ
مطالب مقصودہ دو طرح کے ہوتے ہیں کبھی تو یوں ہوتا ہو کہ کرنے والا نتیجہ افعال اور
مقاصد افعال کا محتاج ہو جیسے بیمار طبیب سے نسخہ لکھوانے جاتا ہو تو اُسکو اُسکی حاجت ہوتی ہے
اور کبھی یوں ہوتا ہو کہ افعال کا کرنیوالا اُنکے نتیجہ کا محتاج نہو بلکہ کوئی دوسرا محتاج
ہو اور اُسکی کارروائی مقصود ہو مثلاً اگر طبیب نسخہ لکھتا ہو تو بحیثیت طب طبیب کو
اُسکی حاجت نہیں ہوتی بلکہ دوسروں کی حاجت روائی مطلوب ہوتی ہے ایسے ہی
خداوند عالم کو عالم کی پیدایش سے اُس قسم کا مطلب تو ہرگز مرکوز خاطر نہیں جس کی
نسبت اُسکا محتاج ہونا لازم آئے کیونکہ محتاج ہوگا تو خدا ہی کیا ہوگا بلکہ خدائی کو
یہ لازم ہو کہ تمام موجودات اپنے وجود میں اُسکے محتاج ہوں چنانچہ ہم کل ثابت کر چکے
ہیں کہ اُسکے افعال میں حکمت ہوگی تو دوسری ہی قسم کی ہوگی چنانچہ عالم کے پیدا کرنیکے
معنے بھی یہی ہیں کہ وجود اور لوازم وجود سے اُسکو سرفراز فرمایا ہاں البتہ اُن افعال
میں جنمیں دوسری قسم کی حکمت ہو خاص اپنی ذات کے لئے بجز اعزاز و تعظیم اور کچھ مقصود
نہیں ہوتا ہوتا ہو تو یہی ہوتا ہو بلکہ ضرور ہوتا ہو اسلئے یہ داد و دہش وجود و صفات
وجود بھی جو خلاصہ ایجاد ہو کسی نہ کسی غرض کیلئے ہوگی وہ غرض کیا ہے عبادت
و بندگی اور عجز و نیاز ہے جو اصل مطلوب خدا ہونا چاہیے یعنے اور جس صفت کو دیکھئے خدا
کی درگاہ میں اول موجود ہو اگر کوئی عالم ہو تو وہ علیم ہو اور کوئی قادر ہے تو وہ
قدیر ہو اُسی کے علم و قدرت کا پرتوہ ہو جو مخلوقات میں علم و قدرت نمایاں ہیں یعنے
جیسے آئینہ میں عکس آفتاب اور پرتوۂ آفتاب نظر آتا ہو درحقیقت آئینہ میں کوئی
نور نہیں ہوتا ایسے ہی مخلوقات میں بھی عکس و پرتوۂ خداوندی ہے درحقیقت ممکنات

میں نہ علم ہے نہ قدرت اسلئے اس قسم کی صفات تو مطلوب نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ صفات
تو خود اُسی کے دیے ہوئے ہیں مطلوب وہ چیز ہوگی جو اُسکے پاس نہو گی ایسی چیز بجز عبادت
و عجز و نیاز اور کیا ہو سکتی ہے یہی ایک ایسی چیز ہے جو خدا کے پاس نہیں خدا کی درگاہ
میں اُسکا پتا نہیں مگر سارے عالم کا اس غرض سے مخلوق ہونا اس طرح پر ہے کہ سارا
عالم انسان کے لئے ہو اور انسان اس کام کے لئے ہو اسوقت باقی عالم اور انسان
کی ایسی مثال ہوگی جیسے کہا کرتے ہیں گھاس دانہ گھوڑے کے لیے اور گھوڑا سواری
کے لئے مگر ظاہر ہے کہ اسوقت میں گھاس دانہ سے مطلب بھی وہی سواری ہوگی +
علیٰ ہذا القیاس روٹی کھانے کے لئے ہوتی ہے اور لکڑی اُپلے روٹی کے لئے ہوتے ہیں
مگر سب جانتے ہیں کہ اُسوقت لکڑیاں اور اُپلے بھی کھانے کے لئے مطلوب ہونگے اسلئے
لکڑی اُپلے وغیرہ سب کے دام لگا کر کہا کرتے ہیں کہ کھانے میں اتنا صرف ہوا الغرض جو
چیز کسی چیز کا سامان ہو وہ چیز اُسی حساب میں اور اُسی مد میں لکھی جاتی ہے اور اُسی
ذیل میں شمار کی جاتی ہے مگر زمین سے آسمان تک جس چیز پر نظر پڑتی ہے انسان کے
کار آمد نظر آتی ہے پر انسان ان چیزوں میں سے کسی کے کام کا نہیں اعتبار نہ ہو دیکھ لیجیے
زمین اگر نہوتی تو کاہے پر بستی اور کاہے پر بیٹھتے کاہے پر سوتے کاہے پر چلتے پھرتے
کاہے پر کھیتی کرتے کاہے پر مکان بناتے کاہے پر باغ لگاتے غرض زمین نہوتی تو انسان
کو جینا محال تھا اور انسان نہوتا تو زمین کا کچھ نقصان نہ تھا علیٰ ہذا القیاس پانی نہوتا
تو کیا پیتے اور نہ پیتے تو کیونکر جیتے کاہے سے آٹا گوندھتے اور کاہے سے سالن وغیرہ پکاتے
کاہے سے کپڑے وغیرہ دھوتے کاہے سے نہاتے غرض پانی نہوتا تو انسان کی زندگی دشوار
تھی اور انسان نہوتا تو پانی کا کیا نقصان تھا ہوا نہوتی تو سانس کیونکر چلتا کھیتی وغیرہ
کا کام کیونکر نکلتا یہ ٹھنڈی ہوائیں روح افزا کہاں سے آتیں غرض ہوا نہوتی تو جان اُلجھ
جاتی ہم نہوتے تو ہوا کو کیا دقت پیش آتی اسی طرح اوپر تک چلے چلو سورج چاند ستارے

اگر نہوتے تو دیکھنا بھالنا چلنا پھرنا ایک امر محال تھا انسان نہوتا تو نہ سورج کا نقصان
تھا نہ چاند و سورج کو کوئی دشواری تھی آسمان اور اُسکی گردشیں نہوتیں تو یہ ساتھا نی
کون کرتا اور یہ گرمی جاڑے کے موسم کیونکر آتے اور انسان نہوتا تو نہ آسمان کا نقصان تھا
نہ گردشوں میں کوئی دقت تھی الغرض انسان کو دیکھئے تو زمین آسمان میں سے کسیکے کام کا
نہیں پر سوا اسکے جو چیز ہو سب انسان کے کام کی ہو اس صورت میں اگر انسان خدا کے کام کا
بھی نہو تو یوں کہو انسان سے زیادہ کوئی نکما ہی نہیں مگر تمھیں فرماؤ کہ اس دانش و کمال
اور اس حسن و جمال پر انسان کو کون نکما کہدیگا اگر انسان اس فضلیت مسلمہ اور مشہورہ
پر بھی نکما ہے تو یوں کہو اُس سے زیادہ بُرا ہی کوئی نہیں اسلئے چار و ناچار یہی کہنا پڑیگا کہ
انسان خالق جہان کے کام کا ہو ایسی خوبی اور اس اسلوب پر ایسے ہی بڑے کام کے
لئے ہوگا مگر ظاہر ہے کہ خداوند عالم کسی بات میں کسیکا محتاج نہیں پھر انسان سے محتاج
کا تو کیا محتاج ہوگا جسکی سب سے زیادہ محتاجگی اسی سے ظاہر ہو کہ زمین سے لیکر آسمان
تک تمام عالم کی اُسکو ضرورت ہو اسلئے یہی کہنا پڑیگا کہ اُسکو بندگی اور عجز و نیاز کے لئے بنایا
ہو کیونکہ یہی ایک ایسی چیز ہو جو خدا کے خزانہ میں نہیں مگر چونکہ یہ عجز و نیاز خدا کے مقابلہ
میں موافق تقریر بالا ایسا ہوگا جیسا طبیب کے سامنے بیمار کی منت و سماجت تو جیسے بیمار
کی منت و سماجت کا یہ ثمرہ ہوتا ہو کہ طبیب اُسکے حال زار پر مہربان ہوکر چارہ گری کرتا ہو
ایسے ہی انسان کی بندگی یعنی عجز و نیاز کی بدولت خداوند عالم اُسپر مہربان ہوکر
اُسکی چارہ گری کیونکر نہ کریگا بہر حال تمام عالم انسان کے لئے ہو اور انسان عبادت
کے لئے ہو اسلئے جیسے بایں وجہ کہ گھوڑا سواری کے لئے اور گھاس و دانہ گھوڑے کے
لئے ہو تو گھاس دانے کو بھی سواری ہی کے لئے سمجھتے ہیں ایسے ہی بایں وجہ کہ انسان عبادت
کے لئے ہو اور تمام دنیا انسان کے لئے ہو تو تمام عالم کو بھی عبادت ہی کے لئے سمجھئے
غرض مقصود اصلی پیدایش عالم سے عبادت ہو جو سامان حاجت روائی بنی آدم ہو اپنی

حاجت روائی مقصود نہیں۔ اس قسم کے مضامین مولوی صاحب بیان کر رہے تھے جو میعاد
معینہ ختم ہو گئی اسلئے مولوی صاحب تو بیٹھے اور پنڈت صاحب کھڑے ہوئے مگر ہم نے
سُنا ہے کہ منشی پیارے لال یا منشی مکتا پرشاد نے مولوی صاحب کی اس جواب کو سنکر
یہ کہا جواب اسکو کہتے ہیں یا یہ کہا جواب تو یہ ہوا مگر جو کچھ کہا بجا کہا خیر مولوی صاحب تو
بیٹھے اور پنڈت دیانند صاحب موقع گفتگو پر تشریف لائے اور اپنے محاورات میں کچھ
فرمانا شروع کیا مگر چونکہ انکی زبان میں الفاظ سنسکرت بہت ملے ہوئے تھے بلکہ اکثر جملے
کے جملے سوا ہے کے کام وغیرہ حروف ربط کے سنسکرت میں ہوتے تھے تو سوائے دو چار
آدمیوں کے حاضران جلسہ میں سے انکے مطلب کو کوئی نہ سمجھا ہوگا ہاں ایک دو بات اس قسم کی
سمجھ میں آئیں کہ جیسے کمہار گھڑا وغیرہ برتن بناتا ہے تو اول گارا ہونا ضرور ہے گارا نہو تو پھر
برتن نہیں بن سکتا ایسے ہی خدا نے جو اس عالم کو بنایا تو اُسکا مادہ پہلے ہی سے ہونا چاہیے
وہ بھی مخلوق ہو تو پھر عالم کا بنانا ایسا ہوگا جیسا بے گارے برتن بنائیے غرض مادہ عالم
قدیم ہے اور پھر قدیم سے عالم کا وجود ہوا اور ہمیشہ ایسا ہی چلا جائیگا اور جیسا کہ پادری صاحب
کہتے ہیں کہ قدرت الٰہی سے نیست سے ہست ہوا یہ بات معقول نہیں کیونکہ نیست کوئی چیز
نہیں اُس سے کوئی چیز پیدا نہیں ہو سکتی مگر ان دو ایک بات کے سوا اور کچھ کسی کی
سمجھ میں نہ آیا یہ بھی نہ معلوم ہوا کہ غرض پیدائش عالم اُنھوں نے کچھ بیان کی یا نہ کی
اور بیان کی تو کیا بیان کی ہاں اوروں کے بیان سے اتنا معلوم ہوا کہ پنڈت
صاحب اُسوقت تناسخ یعنے آواگون کے بھی مدعی ہوئے خدا جانے اس دعوے کے
لئے دلیل کیا پیش کی ہوگی الغرض اصل مطلب تو بوجہ دقت زبان معلوم نہ ہوتا تھا
اس لیے مولوی محمد قاسم صاحب نے عین اُسوقت جو وقت پنڈت صاحب تقریر کرتے تھے
اپنی کرسی سے اُٹھ کر آہستہ سے منشی اندرمن صاحب سے یہ کہا کہ آپ اگر خود کچھ بیان نہیں
فرماتے تو یوں ہی کیجیے کہ آدھے وقت میں تو پنڈت صاحب جو کچھ اُن کو بیان کرنا ہو

کر دیا کریں اور آدھے وقت میں آپ اُسکا ترجمہ کر دیا کریں جو ہم بھی کچھ سمجھائیں ورنہ پھر نہ تسلیم کی کوئی صورت ہو نہ اعتراض کی کوئی جگہ پر مگر منشی صاحب نے اُسکے جواب میں یہ کہا سچ تو یہ ہو کہ مجھ کو کبھی لکچر دینے کا اتفاق نہیں ہوا جو لوگ یہ کام کرتے رہتے ہیں انھیں سے ہو سکتا ہے اسلئے مَیں معذور ہوں خیر چار ناچار پنڈت صاحب سے جو کچھ سنا یا سننا پڑا جب وہ فارغ ہوئے تو حسب ترتیب اول پادری اسکاٹ صاحب پھر کھڑے ہوئے مگر باوجودیکہ وقت اعتراض تھا اپنی تقریر اول پیش کی جب پادری صاحب بھی اپنا کام کر چکے اور اہل اسلام کی نوبت آئی تو مولوی محمد قاسم صاحب نے جناب مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں یہ عرض کیا کہ یہ نیازمند تو پنڈت صاحب کی تقریر کچھ سمجھا نہیں اسلئے اب آپ ہی کو تکلیف کرنی پڑیگی اگر مَیں کچھ سمجھتا ہوتا تو انشاء اللہ تعالیٰ جو آپکو تکلیف نہ کرنے دیتا مگر مولانا محمد علی صاحب نے فرمایا مَیں بھی پورا پورا نہیں سمجھا مگر مولوی محمد قاسم صاحب نے عرض کیا کہ میں کچھ بھی نہیں سمجھا اسلئے مولانا محمد علی صاحب اُٹھے اور یہ فرمایا کہ پنڈت صاحب کے بیان سے ظاہر ہوتا ہو کہ عالم ازلی ہو اور مادہ بھی قدیم ہے اور پیدا کیا ہوا کسیکا نہیں لازم آیا کہ مادہ واجب الوجود ہے پس دو واجب الوجود موجود ہوئے اور توحید جاتی رہی علاوہ بریں ضرورت تسلیم باری تعالیٰ کی کیا رہی سوا اسکے یہ بات ظاہر ہو کہ عالم مرکب ہو اور ترکیب کے واسطے حدوث لازم ہے اس صورت میں قدم عالم بالبداہتہ باطل ہو پھر پنڈت صاحب کھڑے ہوئے اور حسب بیان اہل فہم اول تو اُنھوں نے پادری صاحب پر وہی اعتراض سابق کیا بعد ازاں اپنے اُوپر کے اعتراض کا جواب اس طور پر دیا کہ جسکا خلاصہ یہ ہو کہ ہمارے بیان کو ہمارے مقابل فریقوں نے اچھی طرح نہیں سمجھا ہم صرف مادۂ عالم کو قدیم کہتے ہیں عالم کو قدیم نہیں کہتے عالم کو اُس مادہ سے خدا تعالیٰ نے ایجاد کیا ہو اور چونکہ ایجاد کرنیوالا عالم کا خدا تعالیٰ ہو اسلئے خدا تعالیٰ کے ماننے کی ضرورت نہ چلی گئی کیونکہ مادہ سے خود بخود عالم پیدا نہیں ہو گیا بلکہ پیدا کرنیوالا عالم کا

خدا تعالی ہی غرض خلاصۂ بیان پنڈت صاحب یہ تھا اتنا ہی کہنے پائے تھے کہ دس منٹ پورے
ہوگئے اسلئے پنڈت صاحب تو چوکی سے اترے اور یہ یاد نہیں رہا کہ پھر کون کھڑا ہوا ترتیب
مشار الیہ تو یوں کہتی ہے کہ پادری صاحبوں میں سے کوئی کھڑا ہوا چنانچہ اتنا یاد رہے
کہ سوائے پادری اسکاٹ صاحب دیسی پادریوں میں سے بھی بعض صاحب اٹھے تھے مگر چونکہ
اُنکی تقریر قابل التفات نہ تھی تو کچھ یاد نہیں رہا کہ اُنہوں نے کیا بیان کیا اور کیا نہ کیا البتہ
اتنا یاد ہے کہ اسی اثنا میں ایکبار مولوی محمد قاسم صاحب پھر کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ
پنڈت صاحب جسکو مادہ قدیم کہتے ہیں اگر وہی وجود مذکور ہے جسکو ہمنے مادہ عالم قرار دیا ہے
تو چشم ما روشن دل ما شاد وہ پنڈت صاحب بھی ہمارے ہی ہمصفیر ہوگئے اور اگر کچھ اور چیز ہے
یعنے خدا کی صفت اور اُسکی تجلی نہیں بلکہ ایک امر مستقل اور خدا کی ذات سے منفصل ہے تو وہ
اگر مخلوق ہی نہیں بلکہ اپنے آپ ہی موجود ہے تو وہ خود خدا ہوگا خدا اُسیکو کہتے ہیں کہ خود بخود
موجود ہو اپنے موجود ہونے میں اُسکو خالق کی ضرورت نہ ہو اور اگر مادہ مذکور مخلوق ہے تو پھر
اُسکے قدیم ہونے کی کوئی صورت نہیں کیونکہ جو چیز اپنے آپ موجود نہیں کسی دوسرے کے موجود
کرنے سے موجود ہے تو اُسکا وجود اُسکا خانہ زاد نہوگا اُسی کی عطا ہوگا جس نے اُسکو موجود کیا
اور اُسوقت اُسکی ایسی مثال ہوگی جیسے زمین اپنے آپ منور نہیں آفتاب کے منور کرنے
سے منور ہوتی ہے تو اُسکا نور بھی عطار آفتاب ہی ہوتا ہے مثل نور آفتاب خانہ زاد نہیں ہوتا
الغرض اگر مادۂ مذکور مخلوق ہوگا تو یہ معنے ہونگے کہ خالق کے موجود کرنے سے موجود ہوا جسکا حاصل
یہ ہوگا کہ اُسکا وجود اُسکا خانہ زاد نہیں بلکہ عطار خالق ہے مگر چونکہ عطار وجود مثل عطار
نور مذکور بے اسکے متصور نہیں کہ اُدھر سے وجود آئے اور جیسے آفتاب سے نور اگر زمین پر واقع
ہوتا ہے اُسپر وجود مشار الیہ اگر واقع ہو تو خواہ مخواہ ایک حرکت کا اُدھر سے اِدھر کو تسلیم کرنا
پڑیگا جسکا مبدا اُدھر ہوگا اور منتہا اِدھر اور ظاہر ہے کہ حرکت کی وجہ سے جو چیز حاصل ہوتی
ہے اُسمیں عدم اول ہوتا ہے اور وجود دوم یعنی حرکات مکانی اگر مثلاً ہوتی ہے تو کسی مکان تک

پہنچنے سے پہلے یہ شخص اُس مکان میں نہ تھا بعد حرکت وہ مکان اس شخص کو میسّر آیا اور یہ شخص اُس مکان میں آسمایا اسلئے یہ کہنا پڑیگا اول وہ مادّہ موجود نہ تھا پھر بوجہ عطاء مذکور موجود ہوگیا اور ظاہر ہے کہ یہ بات قدم کے مخالف ہے بلکہ اسی کو حدوث[1] کہتے ہیں علاوہ بریں ہر انقلاب کو حرکت لازم ہے یہی وجہ ہے جو انقلاب طلوع و غروب کو دیکھ کر یہ یقین ہوجاتا ہے کہ آفتاب متحرک ہے یا زمین متحرک ہے ورنہ خود آفتاب اور زمین کی حرکت قطع

[1] مادہ مذکورہ جسکو حکما ہیولیٰ کہتے ہیں اگر مخلوق خداوندی ہے تو موافق قاعدہ مقررہ پنڈت صاحب کو ہر مخلوق کے لئے مادہ اور ہیولیٰ کی ضرورت ہے خود اُس مادہ اور ہیولیٰ کے لئے بھی مادہ اور ہیولیٰ ہوگا اور پھر اُس مادہ اور ہیولیٰ کی نسبت بھی یہی کہا جائیگا کہ اگر مخلوق ہے تو اسکے لئے بھی موافق قاعدہ مشار الیہ مادہ اور ہیولیٰ کی ضرورت ہے علیٰ ہٰذا القیاس آگے تک چلے چلو اگر اسی طرح یہ سلسلہ الیٰ غیر النہایۃ چلا گیا تب تو تسلسل محال لازم آئیگا اور کہیں ختم ہوگیا تو پنڈت جی کا یہ قاعدہ غلط ہوجائیگا کہ مخلوقات کے لئے مادہ کی ضرورت ہے اور اگر مادہ مذکورہ مخلوق نہیں تو خود خدا اور واجب الوجود ہوگا کیونکہ جو چیز خود موجود ہو کسی کی مخلوق نہ ہو تو اُسکا خدا ہونا اور واجب الوجود ہونا دونوں ضروری ہیں اور کیوں نہو جو خود موجود ہو وہ بھی خدا نہو تو اور کون ہوگا اور جس کا ہونا کسی کے ہونے پر موقوف نہ ہو بلکہ اَوروں کا ہونا اُس پر موقوف ہو تو اُسکا ہونا بھی واجب نہ ہوگا تو اَور کس کا ہونا واجب ہوگا ورنہ خدا کا ثبوت بھی پھر دشوار ہے خدا کی خدائی اسی سے معلوم ہوئی کہ اَوروں کا وجود مستقل نظر نہ آیا بلکہ اُنکا وجود کسی اور پر موقوف پایا اُس موقوف علیہ کو خدا اور واجب الوجود کہتے ہیں خدا اسلئے کہ وہ خود موجود ہے اور واجب الوجود اسلئے کہ موافق محاورہ معلوم بوجہ توقف مذکور اُسکا ہونا ضروری ہے اور موافق محاورہ علماء بوجہ لزوم ذاتی وجود جو فیما بین وجود خدا سے واجب الوجود ضرور ہے نسبت کو مقتضی ہے کہ وجود کا ضروری ہونا حسب اصطلاح منطق لازم ہے کیونکہ جب باوجود تحقق اُسکا وجود عطاء غیر نہیں یعنی مخلوق نہیں تو پھر اُسکا وجود اُسی کا خانہ زاد ہوگا اور وصف خانہ زاد کو یہ لازم ہے کہ موصوف کے حق میں ایسی طرح لازم ذات ہو جیسے زوجیت اربعہ کو لازم ہے اور ظاہر ہے کہ لوازم ذات موصوف کے حق میں ضروری الثبوت ہوتے ہیں اُنکا زوال اور انفصال ممکن نہیں ہوتا مگر یہ ہو تو پھر وجود بھی ضروری ہو لیکن مادہ بھی واجب الوجود

نظر انقلاب مذکور ہی آنکھوں سے یا کسی اور طریقہ سے محسوس نہیں ہوتی اور یہی وجہ ہو کہ علماء علم ہیئت
میں حساب میں اختلاف ہو کہ آفتاب متحرک ہو یا زمین متحرک ہو اگر حرکت خود محسوس ہوتی تو یہ اختلاف
کیوں ہوتا سب کے سب ایک ہی چیز کو متحرک کہتے الحاصل انقلاب حرکت پر موقوف ہو بے حرکت انقلاب
متصور نہیں ورنہ انقلاب کو دیکھکر حرکت کا یقین نہوا کرتا مگر جس قسم کا انقلاب ہوتا ہو اُسی قسم
کی حرکت ہوتی ہو اور اُسی قسم کی حرکت سمجھ میں آتی ہو انقلابات طلوع و غروب وغیرہ چونکہ
از قسم انقلاب مکانی ہیں تو حرکت مکانی کی طرف ذہن دوڑتا ہو یعنے مثلاً جب یوں دیکھتے ہیں
کہ بعد صبح آفتاب طلوع ہوا تو اُسکے یہی معنی ہوتے ہیں کہ آفتاب مثلاً پہلے اور مکان میں تھا اب
اُفق پر آگیا علیٰ ہذا القیاس جب اُفق سے گزر کر سر پر آفتاب آتا ہی تو اُسکے یہ معنی ہوتے ہیں کہ
آفتاب مکان اول سے جسکو اُفق کہتے ہیں اس مکان میں آگیا جسکو نصف النہار کہتے ہیں
مگر چونکہ یہ انقلاب مکانی ہو تو حرکت مکانی ہی ذہن میں آتی ہو حرکت کیفی یا حرکت کمی یا حرکت
وضعی سمجھ میں نہیں آتی اسلئے انقلاب وجود و عدم کو حرکت وجودی اور حرکت عدمی لازم ہوگی مگر مخلوق
ہونا ایک انقلاب وجودی و عدمی ہو کیونکہ مخلوق اُسی کو کہتے ہیں کہ پہلے نہو اور پھر موجود ہو جائے اور ظاہر ہے
کہ یہ انقلاب وجودی و عدمی ہو جب وہ انقلاب حرکت ہم جنس پر دلالت کرتی ہیں تو یہ انقلاب کیونکر حرکت
ہمجنس پر دلالت نہ کریگا جسقدر اور انقلاب ہیں وہ اسی انقلاب کے متضمن ہونے کے باعث
انقلاب کہلاتی ہیں اگر یہ عام اور یہ مطلق اور انقلابات خاصہ و مقیدہ میں ملحوظ اور ماخوذ نہو
تو پھر اُن انقلابوں کا انقلاب ہونا بھی غلط ہو انقلاب مکانی کے یہی معنی ہیں کہ پہلے ایک چیز
اس مکان میں نہ تھی اب اس مکان میں موجود ہوگئی غرض وہی ہونا نہونا جسکا حاصل وہی وجود
و عدم ہو انقلاب مکانی میں ملحوظ و ماخوذ ہوتا ہو اور اس سبب سے وہ انقلاب مذکور انقلاب کہلاتا ہو اسلیے
یہ ضرور ہو کہ اس انقلاب اعظم میں وہ بات بدرجہ اولیٰ ہو جو اور انقلابوں میں بوجہ انقلاب
ہوتی ہو مگر وہ کیا ہی یہی حرکت ہو جسکا ہمجنس انقلاب ہونا تقریر بالا سے روشن ہو چکا ہو لیکن
حرکت مجانس انقلاب وجود و عدم وہ حرکت وجودی و عدمی ہو اسلیے حرکت وجودی کا مخلوقات

میں ماننا ہر عاقل کے ذمہ ضروری ہی اور موجد سی اسکا تسلیم کرنا لازم آتا ہی کہ جیسے حرکت مکانی میں ہر دم
نیا مکان آتا ہی اور اسکے سبب سے مکان اول جاتا ہی ایسے ہی حرکت وجودی میں ہر دم ایک نیا وجود آئیگا
اور وجود سابق زائل ہو جائیگا جس سے ہر دم ایک نئے عدم کا آنا لازم آئیگا اس صورت میں حرکت وجودی ہی کو تو
سمجھئے کیونکہ زمانہ سی اوپر اور کوئی ایسی چیز نہیں جسمیں مثل حرکات و زمانہ ایک نئی بات ہو اسلئے
بیقین کامل ہوتا ہے کہ زمانہ ہی حرکت وجودی ہے جو سب حرکات میں اول اور سب سے
اوپر ہی اور کیوں نہو وجود سے اوپر کوئی اور چیز ہو تو البتہ حرکت وجودی سے اوپر بھی کوئی
حرکت ہوگی مگر ہرچہ بادا باد جب حرکت وجودی واجب التسلیم ہوئی تو بایں وجہ کہ حرکت میں اول
عدم اور پھر وجود آتا ہی چنانچہ اوپر عرض کر چکا ہوں اور نیز ظاہر ہے کہ زمانہ اور عالم کے لئے
ابتدا کا ہونا تو ضروری ہی اور انتہا کا ہونا ضروری نہیں کیونکہ عدم سابق خود خدا اول ہو جائیگا
جسکا حاصل وہی ابتداء وجود ہی جو قدم عالم کے بالکل مخالف ہی اور انتہا کی جانب میں چونکہ
وجود ہی عدم نہیں تو انتہا کا ہونا ضروری نہوا ہاں یہ بھی ضروری نہیں کہ برابر وجود ہی
چلا جائے اسلئے ابدیت یعنی مستقبل کے جانب ہمیشگی اور انتہا دونوں برابر ہوگئیں اور عقل کی
رو سے کوئی بات معین نہوئی فقط مدار کار مشاہدہ پر رہا یا اس بات پر کہ ارادہ خالق و بانی عالم
کیا ہی کیونکہ جیسے اُس مکان کا حال جو نیا بنایا جاتا ہی قبل سے معلوم نہیں ہو سکتا معلوم ہوتا
ہی تو یا تو مشاہدہ سے معلوم ہوتا ہی جو بالیقین بعد وجود میسر آتا ہی قبل وجود امکان مشاہدہ نہیں یا
بنانیوالے سے معلوم ہوتا ہی کہ کیا بنائیگا اور یہ بات قبل وجود بھی ممکن ہی ایسے ہی عالم کی
کیفیت کہ کہاں تک بنتا جائیگا یا تو مشاہدہ سی معلوم ہوگی جو بالیقین آئندہ کی بات ہے
یا خدا کے بتلانے سے معلوم ہوگی مگر حسب تقریر و عقیدہ مشار الیہ خدا تعالی بجز انبیاء علیہم السلام کے
کسیکو انکی باتوں کی اطلاع نہیں کرتا اسلئے در بارۂ ابدیت و انتہاء عالم انبیاء کی بیان کی
پابندی ضروری ہی انھوں نے بحوالہ خداوندی اطلاع کر دی کہ ایک روز یہ عالم نیست
و نابود ہو کر پردۂ عدم میں مستور ہو جائیگا اور پھر سب کو بعد مدت نئی سر سے پیدا کرکے انکو اپنے

کردار کو پہنچائیں گے اسی قسم کے مضامین مولوی صاحب بیان کر رہے تھے جو مدت معینہ بیان
پوری ہوگئی اسلئے وہ تو بیٹھے اور گمان غالب یہ ہو کہ انکے بعد پھر پنڈت جی کھڑے ہوئے کیونکہ
موافق ترتیب درس اول بعد اہل اسلام ہنود ہی کا نمبر تھا اور ہنود میں سوا ان پنڈت صاحب
اور کوئی صاحب اول سے آخر تک کھڑے ہی نہیں ہوئے جو اور کسیکا احتمال ہوتا اسلئے یہی
گمان ہوتا ہو کہ بعد مولوی صاحب متصل ہی پنڈت صاحب کھڑے ہوئے اگرچہ یہ بھی احتمال
ہوتا ہو کہ عیسائیوں کی طرف سے بعض دیسی پادری جو اس جلسہ میں کھڑے ہوئے تھے اور ایسی
لا طائل تقریریں کی تھیں کہ جنکے سننے کو بھی اہل جلسہ میں سے کسیکا جی نہیں چاہتا تھا چنانچہ
یاد رہتا ہیں وہ بعد مولوی صاحب کھڑے ہوئے ہوں مگر اسقدر یقیناً یاد ہو کہ سب میں پچھلی تقریر
جو اس جلسہ میں ہوئی وہ پنڈت صاحب کی تقریر تھی اور یہ بھی یاد ہے کہ پنڈت صاحب
ایک دو بار بوقت اعتراض عیسائیوں پر اعتراض کر کے جب تقریر ختم کرنیکو ہوئے تو یہ کہا
کہ کیا کیجئے وقت ہو چکا ورنہ مولوی صاحب کی بات کا بھی کچھ جواب دیا جاتا خدا جانے یہ
انکا ارشاد واقعی تھا یا جیسا بظاہر معلوم ہوتا تھا مولوی صاحب کی تقریر پر لاجواب ہو کر
یہ چال چلتے تھے مگر ہاں اخیر تقریر میں جسکے بعد جلسہ ہی برخاست ہو گیا مولوی صاحب کی
تقریر پر یہ اعتراض کیا کہ اگر مادۂ عالم جیسا تقریر مولوی صاحب سے وجود خداوندی کا ہو
تو خدا کا برائی کے ساتھ موصوف ہونا لازم آئیگا کیونکہ مخلوقات میں بھلے برے سب ہیں
اگر بھلوں کا وہ مادہ ہو تو بروں کا بھی وہی مادہ ہوگا اور اسلئے اُسکا برا ہونا لازم آئیگا
پنڈت جی تو یہ فرما کر فارغ ہوئے اور مولوی صاحب اُس جوکی پر پہنچے مگر چونکہ گیارہ بج گئے
تھے بلکہ بجنے کو تھے تو پادریوں نے فرمایا کہ بس جلسہ کا وقت ہو چکا مولوی صاحب نے فرمایا دو چار
منٹ ہماری خاطر سے اور ٹھہریئے بندۂ درگاہ جھٹ پٹ پنڈت جی کے اعتراض کا جواب
عرض کئے دیتا ہو مگر پادریوں نے نہ مانا اس پر مولوی صاحب نے پنڈت صاحب سے مخاطب
ہو کر فرمایا کہ پنڈت صاحب فقط آپ ہی ٹھیر جائیں وقت جلسہ ہو چکا ہے تو کیا ہوا دو چار

منشی خارج از جلسہ ہی سہی مگر پنڈت جی نے بھی نہ مانا اور یہ فرمایا کہ اب بھوجن کا وقت آگیا ہو اب ہم سے کچھ نہیں ہو سکتا جب مولوی صاحب نے دیکھا کہ پنڈت جی بھی نہیں مانتے اور کیونکر مانتے انجام کار آغاز سے نظر آتا تھا تو بناچاری مولوی صاحب نے منشی اندرمن صاحب کا ہاتھ پکڑ کر یہ فرمایا کہ منشی صاحب پنڈت صاحب تو نہیں سنتے آپ ہی سنتے جائیں اور یہ کہکر فرمایا میں اس اعتراض کا جواب ضمن[۱] مثال میں وقت بیان اصل مطلب دے چکا ہوں مگر پنڈت صاحب نے اسکا کچھ خیال نہ کیا اور جو اعتراض نہ کرنا تھا اوروں کے سُنانے کو کر گئے میں کہہ چکا ہوں کہ مخلوقات کو خدا تعالیٰ اور اسکے وجود کے ساتھ جو اسکے حق میں بمنزلہ شعاع آفتاب ہو ایسی نسبت ہے جیسے دھوپوں کی تقطیعات مختلفہ کو جو روشندانوں کے کینڈوں اور صحن خانوں کے پیمانوں کے مطابق ہوا کرتے ہیں آفتاب اور اسکی شعاعوں کے ساتھ ہوا کرتی ہے جس شخص نے اس مثال کو غور سے سنا ہوگا وہ سمجھ گیا ہوگا کہ جیسے تقطیعات مذکورہ کی بھلائی بُرائی اور سوا اُنکے اور احکام مختلفہ انھیں اشکال و تقطیعات تک رہتے ہیں آفتاب اور نور آفتاب یعنی شعاع آفتاب تک نہیں پہنچتی ایسے ہی مخلوقات کی بھلائی بُرائی خدا تعالیٰ اور اسکے وجود تک نہیں پہنچ سکتی اگر کوئی مثلث شکل کی دھوپ ہوگی تو بیشک اسکے تینوں زاویے ملکر دو قائموں کے برابر ہونگے اور اور اسکے دو ضلع ملکر تیسرے خط سے بڑے ہونگے مگر ظاہر ہے اِن باتوں کو ذات آفتاب اور اسکے اصل نور تک رسائی نہیں آفتاب اور اسکے نور میں نہ زاویہ نہ اضلاع جو یہ احکام اُسمیں جاری ہوں علیٰ ہذا القیاس

[۱] یہ بکلیم راستہ یہ بات مدلل مرقوم ہو چکی تھی کہ بھلائی بُرائی مخلوقات کی خالق کی طرف عائد نہیں ہوتی یعنی مخلوقات کی بھلائی بُرائی سے خالق کو بھلا بُرا نہیں کہہ سکتے کیونکہ مخلوقات کی بھلائی بُرائی جو خالق تک نہیں پہنچتی اور دھوپوں کی اشکال کے احکام جو آفتاب اور نور تک نہیں پہنچتے تو اصل وجہ اسکی یہ ہے کہ فاعل اور فعل کے احکام تو مفعول تک جاتے ہیں اور مفعول کے احکام فاعل کی طرف نہیں آتے ورنہ فاعل مفعول اور مفعول فاعل ہو جائے اور سب کارخانہ الٹ جائے یہی وجہ ہے کہ نور آفتاب سے پاخانہ اور پیشاب روشن ہو جاتے ہیں پر پاخانہ پیشاب سے نور آفتاب ناپاک نہیں ہوتا ۱۲ منہ

مخلوقات کی تقطیعات کے احکام خدا تعالیٰ اور اُسکے وجود تک نہیں پہنچ سکتے کیونکہ وہاں نہ یہ تقطیعات نہ اُنکے لوازم جو بھلائی بُرائی کو جو اُسکے خواص عین ہیں اُس تک رسائی ہو اور اس سبب سے اُسکا بُرا ہونا لازم آئے یہ کہکر فرمایا آپ پنڈت صاحب کو یہ جواب سُنا دیں منشی صاحب نے فرمایا شاید وہ اس مضمون پر اور کچھ اعتراض کریں مولوی صاحب نے فرمایا اس بات کا جواب انشاء اللہ تعالیٰ جی سے قیامت تک نہ آئیگا یہ کہکر مولوی صاحب مع رفقا اپنے ڈیرہ کی طرف چلدیے اور منشی صاحب وغیرہ اپنی اپنی فرودگاہوں کی طرف روانہ ہوئے مگر مولوی صاحب ابھی خیمہ تک نہ پہنچے تھے جو پادری نولس صاحب اور ایک اور ولایتی پادری جھپٹ کر آئے اور مولوی صاحب سے فرمانے لگے آج چار بجے کے بعد پادری اسکاٹ صاحب درس دینگے آپ بھی اُس درس میں تشریف لائینگے مولوی صاحب نے فرمایا کل جو ہمنے آپ سے ایک گھنٹہ کی اجازت لیکر ایک گھنٹہ تک اپنے مذہب کے فضائل اور اُسکی حقانیت خارج از جلسہ چار بجے کے بعد بیان کئے تھے تو اسکی یہ وجہ ہوئی تھی کہ آپ جلسہ میں اتنا وقت نہ دیتے تھے کہ کوئی دل کھولکر بیان فضائل کر سکے جب ہم نے آج آپکو وقت میں وسعت دیدی تو پھر خارج از جلسہ تکلیف کرنے سے کیا فائدہ پادری صاحب نے فرمایا اب تو آپ مہربانی کرکے ہسبات کو قبول ہی کرلیں مولوی صاحب نے فرمایا بہت بہتر اگر پادری صاحب درس دینگے تو ہم بھی انشاء اللہ سنیں گے پادری صاحب نے پوچھا آپ اعتراض کرینگے مولوی صاحب نے فرمایا اگر اعتراض کی اجازت ہوگی تو بیشک اعتراض کرینگے پادری صاحب نے فرمایا اعتراض کے لیے آپکو کتنا وقت چاہیئے مولوی صاحب نے فرمایا وقت کی تحدید کے کیا معنے پہلے سے کون شخص اپنے مطالب کو ناپ تول کر لاتا ہے جو اسکے موافق وقت مقرر کیا جائے وقت اگر مقرر کیا جاتا ہے تو اس اندیشہ سے کیا جاتا ہے کہ مبادا کوئی شخص مفت مغز خالی کرنے لگے اگر وقت محدود نہ کیا جائیگا تو ایسا شخص بیوجہ مغز کھائیگا اور سوا اسکے کسیکو بولنے کی گنجایش نہ ملیگی مگر آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ میں کونسی بات لغو اور بیہودہ کہتا ہوں جو آپ میرے لیے وقت کو محدود کرتے ہیں پادری نولس صاحب نے فرمایا نہیں آپ تو بیہودہ باتیں نہیں کرتے مولوی صاحب نے

فرمایا پھر کس لیے آپ میرے واسطے وقت کو محدود کیئے دیتے ہیں پادری نولس صاحب
نے فرمایا اچھا آپ کے لئے وقت کی کچھ تحدید نہ سہی مگر دوسرے پادری صاحب نے
کہا نہیں وقت کو ضرور محدود کرنا چاہیے نہیں تو ہر شخص یوں جتنا چاہیگا بیان کئے
جائیگا پادری نولس صاحب نے مولوی صاحب سے فرمایا اچھا آپ کے لیے بیس منٹ سہی
اور اَوروں کے لیے دس منٹ اثنا راہ میں جب یہ فیصلہ ہوچکا تو پھر سب صاحب
اپنے اپنے ٹھکانے پر پہونچے اور قضا حوائج اور ادا ضروریات میں مشغول ہوئے
کھانا کھاہی رہے تھے جو صوفی میاں صاحب نے مولوی محمد قاسم صاحب سے فرمایا پادری
اسکاٹ صاحب آپ کی تعریف کرتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ اس شخص کی باتیں بہت
ٹھکانے کی ہیں یہ مولوی نہیں یہ صوفی مولوی ہے مولوی سخاوت حسین صاحب سہسوانی
وکیل عدالت دیوانی بھی اُسوقت اتفاق سے آنکلے وہ بھی فرمانے لگے کہ پادری صاحب
مولوی محمد قاسم صاحب کو کہتے تھے کہ یہ شخص صوفی مولوی ہے ادھر اثنا جلسہ میں جب
مولوی صاحب کھڑے ہوتے تھے تو تمام جلسہ میں ایک سکتہ کا سا عالم ہوجاتا تھا اور
جب مولوی صاحب کسی تقریر سے فارغ ہوتے تھے تو اکثر صاحبوں کی زبان سے صدائے
آفرین وتحسین سُنائی دیتی تھی غرض غلبہ جانب اسلام ایسا نمایاں تھا کہ بجز نا انصاف حاضرین
جلسہ میں سے کوئی شخص اُسکا انکار نہیں کرسکتا شاید یہ ثمرہ انکسار مولوی صاحب اور دعاء
اہل اسلام تھا مولوی صاحب نے جب سے شاہجہانپور کا ارادہ کیا تھا جس سے ملتے تھے یا جسکو اہل
دعا سمجھتے تھے استدعاء دعا کرتے تھے خود یہ کہتے تھے کہ ہرچند ہماری نیت اور ہمارے اعمال
اسی قابل ہیں کہ ہم مجمع عام میں ذلیل وخوار ہوں مگر ہماری ذلت وخواری میں اس
دین برحق کی ذلت اور اُس رسول پاک کی ذلت متصور ہے جو تمام عالم کا سردار اور تمام انبیا
کا قافلہ سالار ہے اسلیے خود بھی یہی دعا کرتے تھے اور اَوروں سے بھی دعا کراتے تھے کہ الٰہی ہماری
وجہ سے اپنے دین اور اپنے حبیب پاک شہ لولاک کو ذلیل وخوار مت کر اپنے

دین اور اپنے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی بدولت اور طفیل میں ہم کو عزت اور افتخار سے مشرف فرما۔ القصہ اہل اسلام کو کھانے سے فارغ ہو کر نماز کا فکر ہوا بارہ بجتے ہی وضو کر کرا نماز کی ٹھیرائی نماز ظہر سے فارغ ہی ہوئے تھے کہ جو ایک بج گیا اسلیے دوسرے جلسے کے لیے سب صاحب تیار ہوئے ÷

کیفیت جلسۂ سوم بروز دوم

ایک بجتے ہی مناظر اور مشتاقان مناظرہ میدان مناظرہ کی طرف روانہ ہوئے اہل اسلام بھی ادھر سے بسم اللہ کر کے پہنچے گفتگو شروع ہونے سے پہلے منشی پیارے لال صاحب نے یہ کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ صرف سوال اخیر پر مباحثہ ہووے اور باقی سوالات پر بحث ملتوی کی جائے وجہ اسکی کچھ معلوم نہوئی مگر قرینہ اسبات کو مقتضی ہے کہ یہ بات فقط بنظر اتباع حضرات پادریان نصاریٰ تھی انھیں کی طرف سے صبح کو یہ اصرار ہوا تھا کہ پہلے مسئلہ رابع میں گفتگو ہو جائے سو اسوقت مسئلہ رابع کے بدلے مسئلہ خامس کا لینا اس غرض سے ہو گا کہ بالکل راز نہ کھل جاے غرض مسئلہ ثانی و ثالث تو مثل مسئلہ اول علوم حقائق و فلسفہ سے متعلق تھا پادریوں کو بوجہ ناواقفیت علوم مذکورہ انکی جوابدہی مشکل نظر آئی البتہ مسئلہ رابع و خامس فقط مذہب سے متعلق تھے اور انکے بیان کا اکثر اتفاق رہتا ہے اسلیے صبح کو تو اسپر اصرار رہا کہ مسئلہ رابع میں گفتگو ہو اسوقت تو انکی پاس نہ کوئی حجت اپنے اصرار کی نظر آئی اور نہ منشی پیارے لال سے ساز کی گنجایش ملی اس مہلت اور تنہائی میں جو گیارہ بجے سے لیکر ایک بجے تک تھی کیا عجب ہو کہ منشی صاحب سے اس بات میں کہہ سُن لیا ہو ورنہ صبح تک تو منشی صاحب کا بھی یہی قول تھا کہ ترتیب وار سوالات معلومہ میں گفتگو ہو علاوہ بریں پہلے روز منشی صاحب کا بات بات میں پادریوں کی

تائید کرنا جسکی وجہ سے اہل اسلام خصوصاً مولوی محمد طاہر صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب کو انکی شکایت کی نوبت آئی اور وہ ارتباط دلی جو منشی صاحب کو پادریوں کے ساتھ مشہور ہے اور مسائل مذکورہ کا حقائق و فلسفہ سے متعلق ہونا اور پادریوں کا ان علوم سے بے بہرہ ہونا زیادہ تر اس خیال کو مؤید ہے کہ ہو نہو یہ پادری صاحبوں ہی کی چالاکی تھی بایں ہمہ پہلے روز پادری نولس صاحب کا بار بار یہ کہنا ہمکو زیادہ فرصت نہیں آج اور کل ہی ٹھہر سکتے ہیں اور بھی اس خیال کیلیئے قرینہ صادقہ ہے اگرچہ اسوقت مولوی صاحب نے کھلم کھلا یہ فرمایا کہ یہ بات ہمارے کہنے کی تھی باوجود افلاس و بے سروسامانی قرض دام لیکر اپنی ضرورتوں پر خاک ڈالکر ایک مسافت دور دراز قطع کر کے یہاں تک پہنچے پھر اس پر یہ قول ہے کہ جب تک حسب دلخواہ فیصلہ نہو جائگا نہ جاینگے اور آپ صاحب تو اسی کام کے نوکر آنے جانے میں کوئی دقت نہیں اس کے کیا معنی کہ آپ کو فرصت نہیں یہ عذر کرتے تو ہم کرتے مگر اس پر بھی پادری صاحبوں کو کچھ اثر نہوا اور کیوں ہوتا قلت فرصت کا بہانہ کر کے مباحثہ کو مختصر کر دینا اس سے آسان نظر آیا کہ اہل اسلام کے مقابلہ میں مغلوب ہوں اور کوئی عذر نہو آخر اہل اسلام کو کچھ پہلے دیکھے بھالے تھے اور کچھ فی الحال دیکھا اور کیا عجب ہے پنڈت صاحب اور منشی اندرمن صاحب کی بھی یہی رائے ہو منشی اندرمن صاحب کا اول سے آخر تک نہ بولنا بلکہ باوجود اصرار مولوی محمد قاسم و ضرورت بیان مطالب پنڈت صاحب کا یہ کہدینا مجھکو کبھی لکچر دینے کا اتفاق نہیں ہوا جو لوگ یہ کام کرتے ہیں انہیں سے یہ کام ہو سکتا ہے بجز اس کے اور کس بات پر محمول ہو سکتا ہے کہ علاوہ شور غلبہ اہل اسلام بہ نسبت سال گذشتہ اس سال میں پہلے روز اہل اسلام کی جودت طبعی اور خوش بیانی اور اُن کے مطالب کی خوبی اور تسلسل معانی آنکھوں سے دیکھ چکے تھے اور پنڈت صاحب بھی اگرچہ مولوی محمد قاسم صاحب اور مولوی ابو المنصور صاحب کی حسن لیاقت کی داد دے چکے تھے مگر دنیا بامید قائم یوں سمجھکر کہ شاید علوم حقایق اور علوم فلاسفہ کی طرف بوجہ فقدان اسباب توجہ علوم مذکورہ توجہ نہوا ور اس وجہ سے کیا عجب ہے کہ سوالات مذکورہ کے جواب میں

رہجائین اور ہم بایں وجہ کہ خود ہی ان سوالات کے مجوز ہین ان کے جوابون کو مستحضر کر رکہا ہے میدان
مناظرہ مین اہل اسلام سے گو سبقت لیجائین اول سینہ سپر ہو گئے تھے مگر قدم عالم کے ابطال اور
مادہ عالم کے بیان کو اہل اسلام سے سنکر وہ بہی ٹھنڈے ہو گئے تھے غرض ان وجوہ سے عجب نہین کہ
منشی اندمن صاحب اور پنڈت دیانند صاحب بہی اسی طرف مشیر ہوئے ہون اور مشیر بہی نہوے
ہون تو مانع بہی نہوے ہون مگر ہرچہ بادا باد اُس وقت مجبوری اہل اسلام کو بہی ماننا پڑا کہ اسوقت
مسئلہ خاص ہی مین گفتگو ہو جائے لیکن اس رد و کد مین آدہا گہنٹہ گزر گیا اور چار بجنے مین فقط
ارہائی گہنٹے باقی رہگئے اسلیئے یہ تجویز ٹہری کہ یہ جلسہ ساڑہے چار بجنے تک رہے اہل اسلام نے
کہا خیر کچہہ مضایقہ نہین ہم آج نماز عصر دو گہنٹہ بعد ہی پڑہینگے الغرض گفتگو شروع ہوئی اول
پادری اسکاٹ صاحب کہڑے ہوے اور سوال خاص یعنی اس سوال کے جواب مین کہ نجات کسکو
کہتے ہین اور نجات کا کیا طریقہ ہے ایک تقریر طویل بیان کی جسکا خلاصہ یہ تہا کہ نجات گناہون سے
بچنے کو کہتے ہین مگر جب خدا تعالے نے یہ دیکہا کہ تمام عالم گناہون مین ڈوبا جاتا ہے تو خود مجسم
ہوکر آیا اور جیسے مسیح کہلایا اور سب خلائق کا کفارہ بنا یعنے بار گناہ ان بنی آدم اپنے سر پر رکہہ کر
اُس کی سزا مین مصلوب ہوا اور پہر نعوذباللہ ملعون ہو کر تین دن جہنم مین رہا اسلیئے سب کو لازم ہے
کہ جیسے مسیح کی الوہیت پر ایمان لائین اور دین عیسائی اختیار کرین بدون اس کے نجات نہین اور
گناہون سے بچاؤ نہین ہو سکتا ایک روز کا ذکر ہے کہ مین نے یہ دعا کی کہ اے جیسے مسیح میرے
حال پر نظر عنایت فرما اس کے بعد میرے دل مین ایسا چین اور ٹہنڈک معلوم ہوئی کہ مین بیان
نہین کر سکتا بالکل اور باتون سے دل پہر گیا ایسے ہی ایک دن کا ذکر ہے کہ ایک شخص بڑا تندرست
تہا اور موٹا تہا جیسے ہمارے پنڈت جی اور وہ بڑا شریر تہا کبہی گرجا مین نہ جاتا تہا نہ انجیل سنتا تہا مین نے
اُس سے کہا تو انجیل سنا کر اُس نے کہا مین کیون انجیل سنون اور کیون گرجا مین آؤن آخر کو مین نے
اُس کو انجیل سنائی دوسرے روز اُس کے دل پر ایسا اثر ہوا کہ خود بخود وہ میرے پاس آیا اور سب
برائیان چہوڑ دین اور بصدق دل سے نیک صالح ہو گیا اور تمام لوگون مین یہ بات مشہور ہو گئی کہ فلان

شریر آدمی نیک آدمی ہوگیا ادہر دیکھو جب تک عیسائیون کی عملداری ہندوستان مین نہین تھی
ہندوستان مین کیسی کیسی غارتگری اور فتنہ و فساد اور رہزنی ہوا کرتی تھی جب سے عیسائیونکی
عملداری ہوئی کس قدر امن و امان ہوگیا سونا اُچھالتے چلے جاؤ کوئی نہین پوچھتا دیکھو کتنی گناہون
مین کمی آگئی یہ ایک بڑی دلیل ہے حقیت عیسائی مذہب کی۔ بعد اس کے پنڈت دیانند
سرستی صاحب کھڑے ہوے اور اُنہون نے بھی ایک تقریر طویل بیان فرمائی خلاصہ اُس تقریر کا بعض
اُن صاحبون کے بیان کے موافق جو کسی قدر اُن کی زبان سمجھتے تھے یہ ہے کہ مکت یعنی نجات اِسمین
ہے کہ آدمی گناہون سے بچے اور نیک کام کرے اور پادری صاحب نے جو یہ بیان کیا کہ خدا تعالے
مجسم ہوکر آیا خلائق کے گناہون کا کفارہ ہوا سراسر غلط ہے یہ کیونکر ہو سکتا ہے کہ وہ ذات پاک جس کی
کوئی حد و نہایت نہین وہ ایک مُٹھی مین آجاوے اور یہ پادری صاحب جو اپنے مذہب کو گناہون سے
نجات کا سبب سمجھتے ہین یہ تو صاف بے اصل بات ہے حضرت موسیٰ کو صاف حکم ہوا تھا کہ مکان خدا
مین جوتا اُتار کر آؤ ہمارے پادری صاحب برعکس اُس کے جوتے کی جگہہ ٹوپی اُتارتے ہین اور جوتا پہنے
رہتے ہین اور بہت باتین برخلاف حکم خدا کے کرتے ہین اور اُن کو روا سمجھتے ہین پس ایسے مذہب مین
نجات کسی طرح نہین ہو سکتی بعد اس کے مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اور یہ فرمایا کہ نجات قہر
الٰہی اور عذاب الٰہی سے بچ جانے کو کہتے ہین مگر طریق حصول نجات بجز احتراز معصیت و گناہ اور کچھہ
نہین اس لیے یہ بات گناہ کے دریافت کرنے پر موقوف ہے پادری صاحب و پنڈت صاحب نے تو یہ
فرمایا کہ نجات گناہون سے بچنے کو کہتے ہین یا نجات گناہون سے بچنے مین ہے مگر یہ نہ فرمایا کہ گناہ
کس کو کہتے ہین گناہ کی دو چار مثالین اور دو چار قسمین تو مثل زنا و چوری وغیرہ بیان کین پر اُسکی
تعریف کچھہ بیان نہ فرمائی سو ہم اول تعریف گناہ بیان کرتے ہین سنیے گناہ خلاف مرضی الٰہی کو
کہتے ہین اور طاعت موافق مرضی الٰہی کا نام ہے مگر کل ہم عرض کر چکے ہین مرضی غیر مرضی تو ہماری بھی
بے ہمارے بتلائے کسی کو معلوم نہین ہو سکتی اگر سینہ سے سینہ ملا دین بلکہ دل کو چیر کر دکھلا دین
تب بھی دل کی بات نظر نہ آئے جبتک زبان نہ ہلایئے یا اشارہ سے اطلاع نہ فرمایئے تب تک

مرضی غیر مرضی کی اطلاع دوسرون کو ممکن نہین باوجود کثافت ادراس ظہور کے کہ ہم جسمانی ہین یہ
حال ہے تو خداوند عالم تو کمال ہی درجہ لطیف ہے اُس کے دل کی بات بے اُس کے بتلائے کسیکو کیونکر
معلوم ہوسکتی ہے عقل نارسا کو اتنی رسائی کہان کہ اُس کی مافی الضمیر تک پہنچے عقل سے ہوسکتا ہے
تو اتنا ہی ہوسکتا ہے کہ کسی بات کا حسن وقبح کسیقدر معلوم کرے سو یہ بات بھی اول تو ہر باتمین
متصور نہین جو عقل ہی کے بھروسے بیٹھ رہیے دوسرے خداوند کریم گو علیم وحکیم ہے اور اس وجہ سے
یہ اعتقاد ہو کہ نہ وہ اچھی بات سے منع فرمائے نہ بُری بات کا ارشاد فرمائے لیکن تاہم خدا ہے بندہ نہین
حاکم ہے محکوم نہین عقل کا مطیع نہین عقل اُس کی مطیع ہے اس لیئے اگر بالفرض وہ زنا کو حلال اور
طاعت کو حرام کردے تو بیشک زنا طاعت اور طاعت گناہ ہوجائے بقول شخصے شعر گر طمع خواہد
زمن سلطان دین ۔ خاک بر فرق قناعت بعد ازین ۔ اس لیئے بندہ کے ذمہ یہ ضرور ہے کہ مرضی
غیر مرضی کے دریافت کرنے مین اُسی کی طرف نظر رہے اپنی عقل نارسا کو اس قصے سے علیحدہ
رکھے مگر ہم عرض کرچکے ہین کہ بادشاہان دنیا اس تھوڑی سی نخوت پر اپنا مافی الضمیر ہر کسی سے کہتے
نہین پھرتے خداوند عالم اس تکبر اور بے نیازی پر جسپر اُس کی خدائی خود دلالت کرتی ہے کیونکر
اپنے دل کی بات ہر کسی سے کہتا پھریگا یہان تو مخلوقیت سے لیکر انسانیت تک سب باتون مین
اشتراک خدا اور مخلوقات مین تو کسی بات مین بھی اشتراک نہین اس لیے بادشاہان دنیا جیسے اپنے
مافی الضمیر کی اطلاع اپنے مقربان خاص کے ذریعہ سے کرادیتے ہین ایسے ہی بلکہ بدرجۂ اولے
خداوند عالم بھی اپنا مافی الضمیر بذریعہ مقربان خاص اورون کو سُنادیگا انہین مقربون کو ہم لوگ انبیا
اور رسول کہتے ہین اس لیئے انبیا علیہم السلام کے اتباع اور اقتدا ہی مین نجات منحصر ہوگی کیونکہ
اس صورت مین اُنکی اطاعت خاص خدا کی اطاعت ہوگی اور اُنکی نافرمانی خاص خدا کی نافرمانی ہوگی
مگر جیسے ہر زمانے مین ایک جدا حاکم ہوتا ہے پہلے زمانے مین اگر لارڈ نارتھ بروک گورنر تھے تو آج
لارڈ لٹن ہین پہلے اور کلکٹر تھا اب اور کلکٹر ہے ایسے ہی ہر زمانے مین مناسب وقت ایک جدا ہی نبی
ہوگا جیسے آج کل لارڈ لٹن کے احکام کی تعمیل ضرور ہے لارڈ نارتھ بروک کے احکام کی تعمیل سے کام

نہین چلتا ایسے ہی ہر زمانے مین اُس زمانے کے نبی کے احکام کی تعمیل ضرور ہے جو حضرت موسیٰ او رخضر جیسے علیہما السلام کی بزرگی اور نبوت مسلم اُن کا منکر ہمارے نزدیک ایسا ہی کافر ہے جیسے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا منکر ہمارے نزدیک کافر ہے علیٰ ہذا القیاس سری رامچندر اور سری کرشن کو بھی ہم کچھ نہین کہہ سکتے پر آج کل نجات کا سامان بجز اتباع نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کچھ نہین جیسے اس زمانے مین باوجود تقرر گورنر جنرل لارڈ ولنٹن گورنر سابق لارڈ نارتھ بروک کے احکام کی تعمیل پر اگر کوئی شخص اصرار کرے اور لارڈ ولنٹن کے احکام کی تعمیل سے انکار کرے تو باوجود اس کے کہ لارڈ نارتھ بروک بھی سرکار ہی کی طرف سے گورنر تھا اس وقت مین یہ اصرار بیشک منجملہ بغاوت اور مقابلۂ سرکاری سمجھا جائیگا ایسے ہی اگر کوئی شخص اس زمانہ مین رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اورون کا اتباع کرے تو بیشک اُسکا یہ اصرار اور یہ انکار از قسم بغاوت خداوندی ہو گا جسکا حاصل کفر و الحاد ہے القصہ اس وقت اتباع حضرت عیسےٰ وغیرہم ہرگز باعث نجات نہین ہو سکتا ہان حضرت عیسیٰ وغیرہم اگر خاتم الانبیا ہوتے تو بیشک نجات اُنہین کے اتباع مین منحصر ہو جاتی لیکن ایسا ہوتا تو بالضرور حضرت عیسیٰ سد باب ضلالات کے لیے دعوے خاتمیت کرتے تاکہ آیندہ کو لوگ اورون کے اتباع سے گمراہ ہو جائین انبیا کا یہ کام نہین کہ ایسے موقع مین چپکے بیٹھے رہین اور آدمیون کو گمراہ ہونے دین مگر سب جانتے ہین سوائے حضرت رسول عربی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی نے دعوے خاتمیت نہین کیا اگر کرتے تو حضرت عیسیٰ کرتے مگر اُنہون نے بجائے دعوے خاتمیت اُلٹا یہ فرمایا کہ میرے بعد جہان کا سردار آنیوالا ہے جس سے بروئے انصاف آشکارا ہے کہ وہ آنیوالا خاتم الانبیا ہوگا کیونکہ تمام انبیا اپنے اپنے رتبون کے موافق اُمتیون کے سردار اور اون کے حاکم ہوتے ہین اور کیون نہون اُن کی اطاعت اُمتیون کے ذمے ضرور ہوتی ہے اس لیئے جو سب کا سردار ہوگا وہ سب کا خاتم ہوگا کیونکہ وقت مرافعہ بادشاہ کا حکم سب مین آخر رہتا ہے یہ اُس کی خاتمیت حکومت خاص اسی وجہ سے ہے کہ وہ سب کا سردار ہوتا ہے الغرض اتباع محمدی اب تمام عالم کے ذمے لازم ہے اُنہون نے دعوی نبوت کے ساتھ دعوے خاتمیت بھی کیا اور وہ وہ معجزے دکھلائے کہ اورون کے

معجزے اُن کے سامنے کچھ نسبت نہیں رکھتے چنانچہ بطور مشتے نمونہ از خروارے کل بعض معجزات کی
تفصیل اور انبیاء دیگر کے معجزات پر اُن کی فوقیت اور افضلیت ہم بیان بھی کر چکے ہیں پھر اب اُن کے
اتباع میں کیا تامل ہے خاص کر قرآن شریف[1] ایک ایسا عمدہ معجزہ ہے کہ کوئی اُس کے برابر نہیں ہو سکتا[2]
رہا ثبوت الوہیت یہ ایک ایسا عقیدہ مہمل ہے کہ کوئی عاقل تسلیم نہیں کر سکتا مجکو عقلاء[3] فرنگ کی عقل پر بڑا
افسوس آتا ہے کہ سب کے سب ایسی موٹی غلطی میں پڑے ہوئے ہیں اوروں پر کیسے کیسے خفیف اعتراض
کرتے ہیں جنکی جوابدہی کے لیئے عقلا کو تامل کی حاجت نہیں اور اپنے آپ ایسے ایسے اعتراض سر پر لیے
بیٹھے ہیں جنکا جواب قیامت تک نہیں آسکتا افسوس ہزار افسوس وہ خداوند کریم جو ہر طرح سے مستغنی
اور ہر وجہ سے بے نیاز اور تمام عیوب اور جملہ نقصانوں سے پاک ہو اُس کو تو اس پیرایہ میں کہ جیسے
مسیح بنکر مجسم ہوا اور زمین پر آیا کھانے پینے بول و براز بھوک پیاس خوشی غم وغیرہ حوائج انسانی میں مبتلا
ہوا کہیں سولی پر چڑھا کہیں یہودیوں کے ہاتھوں میں مقید ہو کر ایلی ایلی پکارا کہیں معذب و ملعون ہو کر
اوروں کے لیے کفارہ بنا کیا کچھ برا بھلا کہہ لیتے ہیں اگر کوئی شخص پادری صاحب کو چار کہدے
تو ابھی مارنے مرنے کو تیار ہو جائیں یہ کیسا ظلم صریح ہے کہ اپنے آپ کو ذرا بھی کوئی برا کہدے تو پھر
خیر نہیں اور خداوند قدوس کو جو چاہیں کہیں ہمارا اور پادری صاحب میں کیا فرق ہو وہ مخلوق اور خدا

ف1 پہلے ان وعظوں میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ جیسے علم عمل سے افضل ہے کل اپنے عمر میں علم کا تابع ہے ایسے ہی معجزات علمیہ معجزات عملیہ
سے بڑھکر ہوں گے اور چونکہ علم سے اوپر اور کوئی ایسی صفت نہیں کہ جیسے علم ارادہ قدرت وغیرہ صفات پر حاکم ہے یعنی ہے اس کے کوئی صفت
کسی کام کی نہیں ایسے ہی علم پر وہ صفت حاکم ہو اسلیئے مسلم خاتم صفات حاکمہ ہوگا اور اسلیئے اس صفت کا اعجاز اُس شخص کو دیا جائیگا جو خاتم الانبیا
ہوگا یہی وجہ ہوئی کہ قرآن شریف سوا رسول عربی صلی اللہ علیہ وسلم اور کسی کو نہیں عطا ہوا ف2 بعد اسکے یہ تماشا ہے کہ یہ قیامت تک باقی
رہنے والا ہے اور معجزوں میں یہ بات کہاں مخالفوں کے مسکات کے لیئے اس سے بڑھکر اور کون سی دلیل ہوگی اور ہر سند روایات اہل اسلام ایسی
عمدہ کہ کسی مذہب ملت میں یہ بات نہیں بالجملہ وجوہ ثبوت اور انبیاء کے اتباع اپنی انبیاء کے نبوت کی نسبت رکھتے ہیں اُس سے بہتر
ہم سے لیتے جائیں بدلائل روایتوں سے عمدہ معجزات اور دلائل سے عمدہ ہماری ف3 اور وہ اس قدر فہم دانش کے
دینی غلطی کا باعث یہ ہے کہ مدتوں دنیا کی طرف مائل ہیں سو جیسے آنکھ سے اسی طرف دیکھ سکتے ہیں جس طرف آنکھ ہو اسی طرح عقل
سے بھی اُسی چیز کو سمجھ سکتے ہیں جس طرف عقل متوجہ ہو اور جب تقاضاء محبت دنیا کی طرف متوجہ ہوئے تو سوا آخرت میں یوں ہی انکو ایسی
سمجھ میں کوئی تثلیث کا قائل ہے کوئی توحید و تثلیث دونوں کا منکر ہے خلاصہ یہ ہے کل انگلستان میں خصوصاً اور تمام یورپ میں عموماً
کا انداز یہ ہے کہ لاکھوں آدمی دہریہ ہیں اور ہوتے جاتے ہیں نہ خدا کو مانتے ہیں نہ حضرت عیسیٰ کو مانتے ہیں فقط ہوا و ہوس کے پابند ہیں تا او تک
نزدیک کوئی چیز حلال ہے نہ حرام نہ کوئی مذہب ہے نہ کوئی دین ان پادری لوگ جنکی بدولت ہی یہ ہے کہ دین عیسوی کی برائے نام شادی ہو

محتاج تو پادری صاحب بھی مخلوق خدا اور خدا کے محتاج پادری صاحب انسان تو چمار بھی انسان
پادری صاحب کی دو آنکھیں تو چمار کی بھی دو آنکھیں پادری صاحب کی ایک ناک اور دو کان تو اُسکی
بھی ایک ناک اور دو کان ان کے دو ہاتھ تو اُس کے بھی دو ہاتھ چمار کو بھوک پیاس لگتی ہے تو پادری
صاحب بھی اس بلا مین مبتلا ہین چمار کو بول و براز کی حاجت ہے تو پادری صاحب کو بھی یہ حاجت
ستاتی ہے غرض ذاتی باتون مین کچھ فرق نہین دونون یکسان ہین اگر فرق ہے تو دولت حشمت
وغیرہ خارجی باتون مین فرق ہے اس اتحاد پر تو پادری صاحب کو یہ نخوت ہو کہ چمار کہہ دیجیے تو تھامے
نہ تھمین اور خدا تعالی کو بشر کے ساتھ کچھ اتحاد نہین بشر کو خدا کے ساتھ کچھ مناسبت نہین کچھ نسبت
نہین اُس کا وجود خانہ زاد بشر کا وجود اُسی سے مستعار وہ خدا یہ بندہ اس پر خدا کو بشر کہے جائین
اور ہرگز نہ شرمائین منحوس کیسا ظلم صریح کرتے ہین اور ہرگز نہین ڈرتے عاقلان فرنگ کو کیا ہو گیا
اجتماع النقیضین اور اجتماع الضدین کا بطلان ایسا نہین جو کوئی نہ جانے پھر اس پر انسانیت اور الوہیت کے
اجتماع کی تسلیم مین کچھ تامل نہین یہ تو ایسا قصہ ہے جیسا یون کہئے کہ ایک شے نور بھی ہے ظلمت بھی ہے
گرمی بھی ہے سردی بھی ہے موت بھی ہے حیات بھی ہے وجود بھی ہے عدم بھی ہے کیونکہ انسانیت
کو مخلوقیت اور احتیاج لازم اور الوہیت کو استغنا اور خالقیت ضرور ہے یہ دونون ضدین مجتمع ہون
تو کیونکر ہون مگر اس پر بھی اپنی وہی مرغی کی ایک ٹانگ چلی جاتی ہے اگر انصاف سے دیکھیے تو شیطان
فرعون و نمرود و شداد وغیرہ کی نسبت کسی بیوقوف کو گمان الوہیت ہو تو اتنا بعید از عقل نہین جتنا
حضرت عیسی اور دیگر انبیاء کرام یا اولیاء عظام کی نسبت یہ خیال خام دور از عقل ہے کیونکہ حضرت
عیسے وغیرہ انبیاء اولیاء تو برابر ساری عمر اپنی عبودیت اور عاجزی کا اقرار کرتے رہے اور سجدہ وغیرہ
اعمال بندگی جن سے انکار الوہیت مثل آفتاب نمایان ہے بجالاتے رہے ہان شیطان فرعون نمرود وغیرہ
البتہ مدعی الوہیت ہوئے اور کبھی وہ کام نہ کیا کہ جس سے بندگی کی بو بھی آئے اُن کو اگر کوئی نادان خدا
سمجھے تو خیر سمجھے پر اُس شخص کو خدا سمجھنا جو خود مقر عبودیت ہو طرفہ ماجرا ہے حق یہ ہے کہ آج کل کے
عیسائی حقیقت مین عیسائی نہین واقعی عیسائی اگر ہین تو محمدی ہین حضرت عیسی کے جو عقیدے تھے

وہ محمدیون کے عقیدے مین وہ بھی خدا کو وحدہ لاشریک لہ کہتے رہے اور کبھی تثلیث کا دعویٰ نہ کیا
محمدی بھی یہی کہتے ہین حضرت عیسیٰ بھی اپنے آپ کو بندہ سمجھتے رہے چنانچہ انجیل موجودہ محمدی بھی
اُن کو بندہ ہی سمجھتے ہین علاوہ برین اُن کی شان مین ہرگز کسی قسم کی گستاخی نہین کرتے نہ اُنکی نسبت
ملعون ہونے کی خیال کو دلمین جگہہ دیتے ہین اور نہ احتمال عذاب کو اُن کی نسبت ممکن الوقوع سمجھتے
ہین بلکہ جو شخص حضرت عیسیٰ کی نسبت اس قسم کے عقیدے رکھے اُس کو دشمن دین و ایمان او بے دین
او بے ایمان سمجھتے ہین اور حضرات نصرانیون کا یہ حال باوجود مخالفت اعتقاد یہ سب کچھہ گستاخیان
بھی کیے جاتے ہین اور پھر اپنے آپ کو عیسائی کہے جاتے ہین کبھی یہ ترقی کہ خدا بنا دیا کبھی یہ تنزل کہ عذاب
مین پہنچا دیا آپ پادری صاحب انصاف فرمائین کہ حضرت عیسیٰ کا اتباع ہم کرتے ہین یا وہ کرتے ہین
باقی رہا پادری صاحب کا یہ فرمانا کہ عیسائی عملداری سے پہلے ہندوستان مین یہ لوٹ تھی کہ چورون
قزاقون سے بچنا ایک امر محال تھا اور جب سے عیسائی عملداری آئی جب سے یہ امن و امان ہے کہ سونا
اُچھالتے چلے جاؤ کوئی شخص نہین پوچھتا کہ تم کون ہو اس ارشاد سے مجھ کو کمال درجہ حیرت ہے اگر
یہ بات اور کوئی صاحب فرماتے تو فرماتے پادری اسکاٹ صاحب کی معقول دانی پر یہ استدلال کمال
تعجب انگیز ہے مین نے تو جب سے یہ سُنا تھا کہ پادری صاحب معقول مین ماہر ہین صلہ تصنیف رسالہ منطق
مین سرکار سے پانسو روپیہ انعام پا چکے ہین یون منتظر تھا کہ دیکھیے کیا کچھہ ہون گے مگر انہون نے یہ
ایسی بات کہی کہ کوئی معقول دان ایسی بات نہ کہے کیا پادری صاحب نے کتب منطق مین یہ نہین دیکھا کہ استدلال
اِنّی ناتمام ہوتا ہے وضع تالی منتج وضع مقدم نہین ہوتی آثار سے موثر پر استدلال نہین ہو سکتا پھر گرمی
پائین تو یہ نہین کہہ سکتے کہ آگ ہی سے گرم ہوا ہے یہ بھی تو احتمال ہے کہ آفتاب سے گرم ہو گیا ہو الغرض
اثر کی جانب عموم کا احتمال ہوتا ہے اس لیے اُس کے وسیلہ سے کسی خاص موثر پر استدلال نہین ہو سکتا
پھر پادری صاحب نے یہ کیونکر کہدیا کہ یہ امن و امان عیسائی عملداری ہی کی برکت ہے کیا نہین اس امن و امان کی
علت بجز اس ملک و آزادی ترقی تجارت اور کچھہ نہین مذہب کے اسباب کو کچھہ علاقہ نہین اور ہم دعویٰ
کرتے ہین کہ ہمارے خلفاء کے زمانے مین وہ امن و امان تھا کہ کبھی نہوا ہو اگر یہی بات دلیل حقانیت مذہب ہے

تو دین محمدی بدرجہ اولیٰ حق ہوگا علاوہ برین کچھ گناہ اس چوری اور قزاقی ہی مین منحصر نہین جو یہہ
خیال ہو کہ بہ برکت دین عیسوی گناہون سے نجات میسر آگئی انجیل و توریت مین خنزیر کی حرمت موجود ہے
ہم دعوے کیے تے ہین کہ اہل اسلام مین سے کوئی شخص سور کا گوشت نہین کھاتا جو اس جرم کا الزام اُس کے
سر پر آئے اور نصرانیون مین شاید ایسا کوئی ہو جو اس گناہ سے بچا ہوا ہو توریت انجیل مین شراب کی ممانعت
موجود ہے اور ہم دعوے کرتے ہین کہ اہل اسلام مین بہت کم اس بلا مین مبتلا ہون گے اور نصرانیون مین
بہت کم آدمی اس بلا سے بچے ہوئے ہون گے علی ہذا القیاس سرکار کی عملداری مین زنا کی جسقدر کثرت ہوئی
ہے اُسقدر کبھی نہوئی ہوگی جس پر خاص لندن اور انگلستان کا حال تو پوچھئے ہی نہین کیا پادری
صاحبون کو لندن کے اخبارون کی ابتک خبر نہین کہ وہ کیا لکھتے ہین ہر روز کیسی سوچئے ولد الزنا پیدا
ہوتے ہین اور صبح کو راستون پر پڑے ہوئے ملتے ہین یہ باتین گناہ نہین تو اور کیا ہے علی ہذا القیاس
اور بہت سی ایسی باتین ہین جو از روے توریت و انجیل ممنوع ہین اور نصرانیون مین مروج ہین پھر کیونکر
نہ کہیئے کہ ببرکت دین عیسوی ہندوستان سے چوری قزاقی اسلیئے موقوف ہوگئی کہ اس دین کا
نتیجہ ہی یہہ ہے کہ گناہون سے آدمی محترز ہو جائے اس تقریر مین وقت مقرر ختم ہو گیا اسلیئے مولوی صاحب تو
بیٹھے اور پادری محی الدین پشاوری کھڑے ہوئے اول تو مولوی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر یہہ
فرمایا کہ آپنے کل بھی بعض کلمات سخت کہے تھے اور آج بھی آپنے بعض کلمات سخت بیان کیئے مطلب تھا
ہ پہلے دن تو مولوی صاحب نے الحاقات انجیل کو وقت اثبات تحریف بول و براز سے تشبیہ دی اور اسوقت
دری صاحب کو چمار سے تشبیہ دی گئی اس پر غالباً مولوی صاحب نے اپنی جگہ پر بیٹھے ہوئے یہ فرمایا
یہ گستاخی نہین مثال فرضی ہین گستاخی نہین سکے ہوئی خیر یہ تو اوپر کی بات تھی پادری صاحب نے شکایت
تاخی کے بعد بلکہ اس گستاخی کی پاداش مین کسیقدر تیز و تند یعنی چین بجبین ہو کر اور یہ فرما کر کہ ہم تمہارے
ن سوال کا لحاظ کرتے ہین یہ فرمایا کہ آپ جو حضرت عیسیٰ کی الوہیت پر اعتراض کرتے ہین دیکھئے تمہاری ہی
تاب روضۃ الانبیا مین جس کے مصنف کا نام ریاض الدین رومی ہے اور وہ کتاب اہل اسلام کے
نزدیک معتبر ہے حضرت عیسیٰ کی الوہیت کو خوب ثابت کیا ہے اور یہ کہکر ایک عبارت عربی جسکے یہ الفاظ ہیں

سنا عراب ٹھیک نہ کلمات مین ربط بنام نہاد حدیث بیان کی ہرچند وہ عبارت بجنسہ یاد نہین ہے مگر اتنی
بات یاد ہے کہ اول اُنھون نے عبداللہ بن عمر عین کے پیش اور رے کی تنوین کے ساتھ کہہ کے
واقفان عربیہ کو ہنسا کر ایک عبارت پڑھی جسکا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے
ہین کہ حضرت عمر نے ایک شخص سے کہا کہ مین نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا کہ آپ فرماتے
تھے کہ سوائے خدا کسی کو سجدہ نہ کرنا چاہیے مگر حضرت آدمؑ اور حضرت عیسٰیؑ کو لوگون نے پوچھا کہ اس کی
کیا وجہ آپنے فرمایا حضرت آدمؑ مین شان الوہیت تھی یہی وجہ تھی کہ فرشتون نے انکو سجدہ کیا اور حضرت عیسٰیؑ
کی شان مین اللہ جل شانہ فرماتا ہے ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ
مین بھی شان الوہیت ہو اسلیئے اُن کو سجدہ کرنا چاہیے اور اگر مین اُن کے سامنے ہوتا تو اُن کو سجدہ کرتا غرض
اسقسم کے کلام بے سروپا بیان فرماکے یہ فرمایا کہ ہم حضرت عیسٰیؑ کو انسان کامل اور معبود کامل دونون کہتے
ہین اور اُن مین دونون وصف انسانیت اور الوہیت پورے پورے ہمارے عقیدہ کے موافق موجود ہین
اوصاف قدوسیت و بے نیازی تو بجہت الوہیت سے اُن مین موجود تھی اور حاجت بول و براز و بھوک
پیاس وغیرہ منافیات قدوسیت وغیرہ بجہت انسانیت سے اُن مین موجود تھی یہ اوصاف منافیت
قدوسیت اُن مین بجہت انسانیت سے تھے نہ بجہت الوہیت سے اور حاضران جلسہ مین سے ایک
صاحب کا یہ بھی بیان ہو کہ یہ بات انہین پادری صاحب نے اس وقت فرمائی تھی کہ حضرت عیسیٰ کی
الوہیت کی ایسی مثال ہے جیسے لوہے کو آگ مین گرم کیجیے تو وہ بھی ایک آگ ہی بن جاتا ہے مگر
راقم الحروف کو یہ یاد نہین آتا کہ یہ بات کس نے کہی تھی مگر جب بار بار پادری صاحب تو زور مار کر بیٹھے
اور مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوئے اول تو یہ فرمایا کہ وہ ریاض الدین رومی بھی ایسے ہی ہونگے
جیسے آپ محی الدین پشاوری ہین آپ کی شکل و صورت بھی مسلمانون ہی کیسی ہے نیچی ڈاڑھی کرتہ
پہنے ہوئے ہین نام بھی مسلمانون ہی کا سا ہے آپ کو بھی کوئی دیکھے اور نام سُنے تو مسلمان ہی سمجھے
وہ بھی ایسے ہی ہونگے یہ بات پادری صاحب پر ایسی پھبی کہ دیکھنے والے ہی جانتے ہین اس وقت
پادری صاحب کو خلاف توقع شرمانا ہی پڑا پھر مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اہل اسلام اس کتاب اور اس

مصنف کو جانتے بھی نہیں قرآن شریف کی آیت یا صحاح ستہ وغیرہ کی روایت ہوتی تو البتہ موقع
بھی تھا کیتنی ناانصافی ہے کہ اپنی طرف سے ایک روایت بنالی اور اس پر اہل اسلام سے مقابلہ کو
موجود ہوئے اگر یہی انداز ہے کہ کسی کے بزرگوں کے نام کوئی عبارت یا روایت لگالی اور مقابلہ کو
پہونچے تو پھر اہل اسلام کو بھی بہت گنجایش ہے یہان اگر اس روایت کو پادری صاحب رسول اللہ
صلے اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کرکے حضرت عیسے کی الوہیت ثابت کرتے ہین تو ہم بدستاویز انجیل
برنباہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت کرینگے انجیل برنباہ مین صاف رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کی بشارت موجود ہے غرض اگر روایت مشارالیہ سے حضرت عیسے کی الوہیت ثابت ہوتی
ہے تو انجیل برنباہ کی آیت بشارت سے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی رسالت ثابت ہوتی ہے
پھر کیا انصاف ہے کہ آپ تو ایسی روایات سے الزام لگانے کو تیار ہین اور آپ انجیل برنباہ کی آیت کو
نہ مانین علاوہ برین یہ عبارت ہی خود اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ یہ روایت جعلی ہے نہ الفاظ صحیح
ہین نہ اور کوئی بات ٹھکانے کی ہے اہل زبان کا یہ کام نہین کہ ایسی مہمل عبارت ناکارہ موزون کرین
اس کے موضوع ہونے مین کچھ شک و شبہ نہین ہمکو الزام دینا منظور ہے تو ہماری کتب معتبرہ سے دینا
چاہیے قرآن شریف کی آیت لائیے یا صحاح ستہ وغیرہ کتب معتبرہ مشہورہ احادیث کی روایت دکھلایئے
ہماری تمام کتب معتبرہ مشہورہ مین سجدہ غیر کی ممانعت اور حضرت عیسی علیہ السلام کے بندہ ہونیکا
ہوے ایسا کھلا کھلا بکثرت لکھا ہے کہ سب جانتے ہین کوئی مذہب ایسا نہین کہ اہل اسلام کے
اس اعتقاد اور ان کے تمام کتب کی شہادت اس اعتقاد پر نہ جانتا ہو غرض قرآن شریف اور تمام کتب
احادیث جو ماخذ اعتقاد اہل اسلام ہین حضرت عیسی کے بندے ہونے اور خدا نہونے سے مالامال
ہین پھر کس منہ سے پادری صاحب نے اس روایت کو پیش کیا اپنے گھر کی خبر نہین کہ انجیل برنباہ
کیا کہتی ہے باقی رہی یہ جو پادری صاحب نے ارشاد فرمایا کہ حضرت عیسے بجمیع جہتین مین انسان کامل بھی
ہین اور معبود کامل بھی جہت انسانیت سے اکل و شرب مرض موت بول براز ان کو لاحق تھے اور
جہت بے نیازی و قدوسیت وغیرہ جہت الوہیت سے ان کو حاصل تھی سو یہ ایک ایسی مہمل بات ہے کہ

کوئی عاقل اس کو قبول نہین کرسکتا جیسے باپ بیٹا اور بیٹا باپ نہین ہوسکتا ایسے ہی بندہ خدا اور
خدا بندہ عابد معبود اور معبود عابد نہین ہوسکتا وہ محال ہے تو یہ بھی محال ہے اور اگر بفرض محال
یہ احتمال تسلیم بھی کیا جاسے خدائی اور بندگی دونون حضرت عیسے مین مجتمع مان لی جاوین تو یاین لحاظ
کہ اس صورت مین الہ اور انسان ایک ذات واحد عیسوی ہوگی اور یہ دونون حسب زعم نصاری
اُن مین حقیقی ہون گے تو انسانیت کے عیوب اور نقصانات سب کے سب جہت الوہیت کو لاحق
ہون گے اور ایسی صورت ہو جائیگی جیسے کرتہ انگرکھہ وغیرہ کرتہ انگرکھہ وغیرہ بھی ہوتا ہے اور کپڑا
بھی ہوتا ہے انگرکھہ وغیرہ اگر ناپاک ہو جائے تو کپڑا بھی ناپاک ہو جاتا ہے اور کپڑا اگر ناپاک ہو جائے
تو انگرکھہ وغیرہ بھی ناپاک ہو جاتا ہے غرض اگر ایک ناپاک ہو جاتا ہے تو دوسرا بھی ساتھی ناپاک ہوجاتا
وہ ہرگز پاک نہین رہ سکتا اگر اسی طرح بالفرض والتقدیر الوہیت اور انسانیت ذات عیسوی مین مجتمع
ہو جائین تو عیوب انسانیت خواہ مخواہ الوہیت کو لاحق ہون گے وہ اُن عیوب سے منزہ نہین رہ سکتے
یہان تک تو اُن باتون کے جواب مین جنکو ہم یقیناً کہہ سکتے ہین کہ پادری محی الدین صاحب نے بیان کی تھین
رہی وہ بات جس مین ہمکو شک ہے کہ قائل اسکا کون تھا یعنے یہ بات کہ حضرت عیسے کی الوہیت کی
صورت ایسی ہے جیسے لوہے کو آگ مین تھوڑی دیر ڈالے رکھتے ہین تو وہ بھی آگ بنجاتا ہے اسکے
جواب مین خواہ پادری محی الدین کی کہی ہوئی ہو خواہ کسی اور کی غالباً مولوی صاحب نے یہ فرمایا تھا
کہ اس مثال سے صاف یہ بات عیان ہے کہ خدا ایک ہے متعدد نہین اور حضرت عیسے بندہ ہین خدا
نہین وجہ اس کی یہ ہے کہ لوہا دیکھنے مین ظاہر پرستون کو ہمرنگ آتش نظر آتا ہے پر حقیقت مین
اُس وقت بھی وہ لوہا لوہا ہی رہتا ہے آگ نہین ہو جاتا ہے فقط پر تو آتش سے اُس کا رنگ
بدلجاتا ہے یہی وجہ ہو کہ آگ سے علیحدہ کیجیے تو پھر وہ لوہا اپنی حالت اصلی پر آجاتا ہے اگر واقعی
آگ ہوجایا کرتا تو اور انگارون کی طرح ساتھ رہتا یا علیحدہ ہوتا تو دونون حالتون مین یکسان ہوتا
اور شاید اسی اعتراض کے وقت بھر دستنے کے مولوی صاحب کے کرسی سے کھڑے ہوکر یہ کہہ دیا تھا
کہ دیکھیے پادری صاحب اس وقت تثلیث سے انکار کرتے ہین اور مین جانتا ہون کہ وجہ اسکی یہی

تھی جو اوپر مذکور ہوئی اس کے بعد مولوی صاحب بیٹھے پر کسی پادری صاحب کو یہ حوصلہ نہوا کہ
ان اعتراضون کا جواب دیتا یا اُن جوابون پر نقض کرتا جو مولوی صاحب سے سنے تھے ان اتنا ہوا کہ
پادری نولس صاحب کھڑے ہوئے اور دیر تک چلا چلا کر اپنے مذہب کے فضائل بے دلیل بیان
کرتے رہے یا وہی پہلے مضمون اعادہ کرتے رہے بلکہ الفاظ کا پھیر تھا ورنہ اُسی تقریر اول کا اعادہ
تھا کوئی نئی بات بھی نکہی چہ جائیکہ اعتراضون کا جواب دیتے غرض پھر کوئی ایسی بات کسی سے نہ کہی
جو سننے سنانے کے قابل ہو بجز ہیچ خراشی اور کچھ نہ تھا البتہ قابل بیان دو باتین اور تھین جنکا وقت
اور موقع یاد نہین رہا فقط وہ باتین یاد رہگئی ہین ایک تو یہ کہ کسی موقع مین پادریون کی طرف سے
صبح کے جلسہ مین یا تیسرے پہر کے جلسہ مین کسی نصرانی نے اتفاقاً شیطان کا ذکر کیا تھا اور غالباً
غرض یہ ہوگی کہ گناہ کا باعث شیطان ہے اس پر پنڈت صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ دنیا کے بادشاہ
بھی اتنا تو انتظام کر لیتے ہین کہ اگر اُن کے ملک مین کوئی لٹیرا یا قزاق کھڑا ہو جاتا ہے تو اُس کو
گرفتار کر لیتے ہین اور قتل کرا دیتے ہین اور یہ تو کوئی بادشاہ بھی نہین کرتا کہ اپنے ملک مین ڈاکو اور
قزاق اپنی طرف سے چھوڑ دے کیا خدا کی طرف یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اپنے ملک مین دین کا قزاق
چھوڑ دے اور اُس کو اسی کام پر مقرر کر دے اُس کو تو یہ مناسب تھا کہ اگر بالفرض والتقدیر ایسا ہوتا
بھی تو اُس کو گرفتار کر لیتا نہ یہ کہ الٹا اپنی طرف سے اس کام کے لیئے اُس کو مقرر کرتا اس کے بعد
پادری نولس صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ اگر پنڈت جی شیطان کا انکار کرتے ہین تو یون کہو کہ یہ سب برائی
خدا تعالے کرتا ہے کیونکہ اس صورت مین کم سے کم اتنا تو کہنا پڑیگا کہ ایسے برے آدمی خدا نے پیدا
کیئے جنسے برے کام ظہور مین آئے غرض اگر شیطان کو نہ مانا جائے اور برائی کو آدمیون کے حق مین
ذاتی بھی جانے تو یہ برائی ذات شریف تک پہنچیگی کیونکہ اس وقت برائیون کا خالق خدا کو کہنا پڑیگا دوسری ایک
اور بات بھی ایسی ہی ہے کہ اُس کا موقع یاد نہ رہا جس کی وجہ سے اُس کے لکھنے کا اتفاق نہوا اور
حقیقت مین لکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ پادریون مین سے کسی نے کسی بات کے بیان مین کہین
جنت کا ذکر کر دیا تھا اُس پر پنڈت صاحب نے یہ فرمایا تھا کوئی بتلائے تو جنت کہان ہے اس پر

مولوی محمد قاسم صاحب نے اپنی جاے پر بیٹھے ہوے یہ فرمایا کہ پنڈت صاحب اگر ہمکو وقت تقریر دیا
جائیگا تو انشاء اللہ ہم آپ کو بتلا دینگے مگر اُس کے بعد یہ وقت ہی نہ ملا بلکہ پادری نولس صاحب کے
خاموش ہونے کے بعد جو مولوی محمد قاسم صاحب کھڑے ہوے تو پادریون نے ایسی ہٹ دھرمی کی
جسکا کوئی ٹھکانا نہین تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ہنوز چار بجنے مین بھی کسیقدر دیر تھی اور بایں وجہ
کہ شروع جلسہ مین آدھ گھنٹا اس تکرار مین ضائع ہوگیا تھا کہ اس وقت کون سے سوال پر بحث
ہونی چاہیے یہ ٹھیر گئی تھی کہ آدھ گھنٹہ چار کے بعد بڑھا دیا جائے اور اہل اسلام نے بھی یہ کہہ لیا تھا
کہ خیر آج ہم ساڑھے چار بجے ہی نماز پڑھینگے ابھی آدھے گھنٹے کی اور گنجایش تھی مگر اسپر بھی
پادری لوگ کھڑے ہوگئے اور یہ کہا جلسہ کا وقت ختم ہوگیا مولوی صاحب اور مولوی میان صاحب
اور نیز اور اہل اسلام نے ہرچند اصرار کیا کہ زیادہ نہین دو چار منٹ جو چار بجنے مین باقی ہین انہین
مین ہم کچھ کہہ لینگے مگر پادری صاحبون نے ایک نہ سنی اہل اسلام کا غلبہ یون تو تقریرات
گذشتہ سے ثابت ہی تھا پر یہ انکار و اصرار اُن کے غلبہ اور عیسائیون کی شکست کے لیے ایسا
ہوگیا جیسا غنیم کا میدان سے بھاگ جانا ہوا کرتا ہے پھر اس پر طرہ یہ ہوا کہ اُس سراسیمگی اور پریشانی
مین جو بوجہ رنج پامالی کے باعث پادریون کو لاحق تھی پادری لوگ اپنی بعض کتابین بھی وہین چھوڑ گئے
اُن کے اُٹھانے کی بھی ہوش نہ رہی القصہ اُس وقت پادریون کو بجز اس بات کے اور کوئی بات اپنی
دامن گذاری کے لیے سمجھ مین نہ آئی اور پادریون کا یہ کھڑا ہو جانا اُس وقت ہندوؤن کے لیے
غالباً غنیمت معلوم ہوا وہ بھی اُن کے ساتھ ہولیے پر یہ بات عام و خاص کی نگاہون مین اہل اسلام
کے غلبہ پر اور بھی دلیل کامل ہوگئی مگر جب مولوی صاحب نے یہ دیکھا کہ حضرت عیسائی کسی راہ نہین
مانتے تو مولوی صاحب نے یہ فرمایا کہ اچھا آپ نہ سنیئے ہم اپنی طرف سے بیان کیے دیتے ہین مگر پادری
صاحبون نے بغرض برہمی جلسہ شور کرنا شروع کردیا ایک طرف تو ایک صاحب انجیل لیکر کھڑے
ہوگئے اور ایک طرف کچھ انکار و اصرار کا شور تھا اس لیے اس وقت تو مولوی صاحب بایں خیال
کہ ناحق نماز مین دیر ہوتی ہے نماز کے لیے تشریف لے گئے اور پھر نماز سے فارغ ہوتے ہی

اُسی موقع پر پہنچکر اُس چوکی پر جس پر گفتگو کرنے والے کھڑے ہوا کرتے تھے کھڑے ہوئے دیکھتے
ہی اطراف وجوانب سے لوگ آپہنچے مولوی صاحب نے اول یہ فرمایا کہ ہمنے ہرچند چاہا کہ پادری صاحب
ہماری ایک دو بات سُن لیں پر چونکہ اہل اسلام سے عہدہ برائی کی امید نظر نہ آئی تو انجام کار
یہ کام کیا اور بعد اس کے اس قسم کی باتیں فرمائیں کہ اہل جلسہ کو یہ بات بخوبی معلوم ہو گئی کہ اہل
اسلام کے اعتراضوں کا کسی نے جواب نہ دیا اور اہل اسلام نے سب کے اعتراضوں کا جواب ایسا
دیا کہ پھر کسی کو جواب نہ آیا اور پھر کچھہ ایسا کہا کہ اب بروے انصاف رسول اللہ صلعم کی رسالت ثابت
ہو گئی اور کسی شخص کو بروے انصاف کوئی عذر باقی نہیں رہا اور اسی ضمن میں پادری صاحب کی
اُس تقریر کا جواب دیا جو اُنہوں نے اعادہ کر کے بیان کی تھی مگر چونکہ اُن جوابوں کے مضمون
بھی قریب قریب اُنہیں جوابوں کے تھے جو مولوی صاحب اول دے چکے تھے اس لیئے اُن کے
لکھنے میں بجز تطویل اور کچھہ چندان حاصل نہیں مگر یہاں پادری لوگ گھبراہٹ میں جو دو کتابیں چھوڑ کر
چلے گئے تھے جس وقت مولوی صاحب نے بعد نماز پھر کچھہ بیان کرنا شروع کیا تو اُس وقت پادری
جان ٹامس گھبرائے ہوئے آئے اور یہ کہا کہ ہماری دو کتابیں رہ گئیں حاضران جلسہ نے کہا پادری
صاحب ایسے کیون گھبرا گئے تھے کہ کتابیں بھی چھوڑ گئے الغرض مولوی صاحب بعد الفراغ وہاں سے
چلے اور لوگوں کا یہ حال تھا کہ کوئی واہ واہ کہتا جاتا تھا کوئی سلام کرتا تھا راقم الحروف نے دیکھا
کہ اُس وقت بعض ہندوؤن نے یہ کہا کہ واہ مولوی صاحب اور بعض ہندو آتے تھے اور مولوی صاحب
کو سلام کرتے تھے بالجملہ اہل اسلام کا غلبہ اُس وقت سب کے نزدیک آشکارا تھا اس کے بعد دیکھا کہ
پادریوں نے چلنے کی تیاری کر دی اور وعدۂ دستخط جو چار بجے پر ٹھیرا تھا وفا نہ کیا دہربنٹ صاحب
اور منشی اندرمن صاحب چاندا پور کو چلدیئے اس لیئے بمجبوری اہل اسلام نے بھی قصد روانگی کیا
کیونکہ ٹھیرنے کی ضرورت نہ رہی اور جنگل میں ہر قسم کی تکلیف تھی بارش اور لون وغیرہ کا اندیشہ
تھا پھر کس لیئے وہان رہ کر تکلیف اٹھاتے کچھہ دن رہے وہان سے روانہ ہوئے اور حسب خواہش
مولوی محمد طاہر صاحب اون کے مکان پر فروکش ہوئے گو وہ اون کی مہمان نوازی اور دلجوئی بہت

آنکھون مین پھرتی ہے صبح کو مولوی محمد علی صاحب اور مولوی محمد قاسم صاحب پاس پاس بیٹھے
ہوئے تھے جو ایک صاحب تشریف لائے گو نام اُن کا راقم کو معلوم نہین پر اہل اسلام مین سے
تھے اور کیفیت ملاقات سے یون معلوم ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب سے کسی قسم کا سابقہ اور ربط
تھا چونکہ چاندا پور کے میلے ہی کا افسانہ ہو رہا تھا تو انہون نے بھی فرمایا کہ منصف صاحب فرماتے
تھے اول روز مین بھی اُس وقت پہنچگیا تھا جس وقت مولوی محمد قاسم صاحب نبوت کے متعلق
تقریر کر رہے تھے وہ تقریر مجھکو نہایت ہی درجہ پسند آئی اُس کے بعد مولوی صاحب نے
پادری صاحب کو تو ایسا ذلیل کیا کہ غیرت ہو تو مونھہ نہ دکھائین اور مجھکو بڑا تعجب آتا ہے کہ
مولوی صاحب کی اور میری ملاقات کبھی نہین ہوئی پھر معلوم انہون نے کس طرح مجھکو پہچان
لیا جو بار بار میری طرف اشارہ کر کے یون کہتے تھے کہ منصف صاحب ہی ہمارے حَکَم رہو اور
شاید اوسی روز پادری اسکاٹ صاحب مولوی عبدالمجید صاحب کو بازار مین ملگئے مولوی صاحب
کا بیان ہے کہ مین نے پادری صاحب سے کہا آپ نے وقت تقریر کوئی بات ایسی بات نہ کہی
جو معقول ہوتی پادری صاحب نے فرمایا مجھکو موقع نہ ملا اس کے بعد جناب مولوی محمد قاسم صاحب
کی نسبت تو یہ فرمایا کہ مولوی صاحب مولوی نہین صوفی مولوی ہین اور اس قسم کا علم اب اہل اسلام
مین نہین رہا اور پھر یہ کہا کہ کوئی شخص آ کہیا تہا مین اہل اسلام کا ہم پلہ نہین اوسی روز یہ بھی ہوا
کہ غالباً مولوی محمد قاسم صاحب نے مولوی محمد علی صاحب سے عرض کیا کیا کیجیے منشی اندرمن
کی اور آپ کی گفتگو نہوئی وہ کچھہ بولے ہی نہین یہ ارمان دل کا دل ہی مین رہا اگر آپ فرمائین
تو مولوی محمد طاہر صاحب کی معرفت اُن کو ایک خط اس مضمون کا لکھا جائے مولوی محمد علی
صاحب نے فرمایا مین نے تو ایک بڑے مسئلہ مین یعنی قدم عالم مین کچھہ مختصر گفتگو شروع کی بھی
تھی اور یہ مسئلہ ایک بڑا مسئلہ منجملہ عقائد لالہ اندرمن ہے اسی پر بناء تناسخ ہے جو اون کے
نزدیک منجملہ عقائد ضروریہ ہے مگر وہ ایسے خاموش بیٹھے رہے کہ کھڑے بھی نہوئے اور
پنڈت دیانند صاحب کی تقریر سے بھی بطلان قدم عالم اور بطلان اقوال لالہ اندرمن مندرجہ

کتاب تحفۃ الاسلام وغیرہ ظاہر تھا بس اب واسطے مباحثہ کی کیا ضرورت ہو اور اگر آپکو منظور ہی ہو تو مین شاہجہانپور میں ٹھہرا
ہون آخر لالا اندرمن جی بھی اسی راہ سے مراد آباد کو جاوینگے آپ اُنکو لکھ بھیجئے چنانچہ مولوی محمد طاہر صاحب نے اُنکو لکھا کہ
آپ براہ کرم ہمراہی پنڈت دیانند صاحب تشریف لاکر قبول دعوت سے مرہون منت فرماوین اس تقریب مین آپکے اور
مولوی محمد علی صاحب کے مباحثہ کا بھی جلسہ ہو جائیگا مگر اونھون نے شاہجہانپور آنے سے انکار کیا اور چونکہ صاف انکار
بھی توہین تھی تو یہ لکھا کہ آپ ہی مولوی صاحب کو لیکر یہان تشریف لے آئین اسپر مولوی محمد طاہر صاحب نے باشارہ مولوی
محمد قاسم صاحب حسب طلب مولوی محمد علی صاحب پھر مکرر لکھا کہ جنگل مین ہونا پاسکے دیکھنا اونکا مجمع برخاست ہوگیا اب
یہان کون ہی جو مباحثہ کا لطف اوٹھائیگا آپ فرماتے تو سہی کہ ایک دو روز مین شاہجہانپور ہوکر مراد آباد جاؤنگا
اور اثنا راہ مین یہ جلسہ اور ہو جاتا تو بہتر اولی یہان بوجہ شہرت مجمع بھی کثیر ہو جائیگا مگر اونھون نے پھر بھی انکار ہی کیا اور
لکھا مین آپکے مکان پر نہین آسکتا ہان اگر منشی گنگا پرشاد ہی جنکی تبدیلی عہدہ ڈپٹی کلکٹری پر بمقام شاہجہانپور ہوگئی ہی تو انکے
مکان پر مین آسکتا ہون غرض اتنا خیر یہان تو نہین مراد آباد مین میری اور مولوی محمد علی صاحب کی گفتگو ہو جائیگی اس انکار کو سنکر تو
میرٹھ دلی خورجہ وغیرہ مقامات کے رہنے والے صاحب جو شوق مباحثہ مین آئے تھے اور یہی چھیڑ چھاڑ کو سنکر ٹھہر گئے تھے چلدیے مگر
یہان اس اثنا مین بعض صاحبون نے مولوی محمد قاسم صاحب سے یہ کہا کہ آپنے پنڈت صاحب کے مقابلہ مین جب اُنھون نے بہشت
کی نسبت یہ فرمایا تھا کہ کوئی شخص آج بہشت بتلاوے تو سہی بہشت کہان ہی یہ فرمایا تھا کہ اگر ہمکو وقت ملیگا تو ہم آپکو بتلادینگے
سو اوس وقت تو بوجہ تنگی وقت اُسکے بیان کا اتفاق نہوا اور اسوجہ سے دلمین ارمان رہگئے اب یہ عرض ہی کہ اگر آپ بیان فرمادین
تو کیا خوب اُسوقت مولوی صاحب نے فرمایا لیجئے اب سُن لیجئے دنیا مین ہم دیکھتے ہین لذتین خالی تکلیف سے نہین اور تکلیفین خالی
راحتون سے نہین منافع خالی مضرتون سے نہین اور مضرتین خالی منفعتون سے نہین کھانا پانی ہر چند سامان راحت اور نفع کی چیز ہی
مگر اوسکے ساتھ پاخانہ پیشاب کی خرابی اور امراض کے نقصان ایسے کچھ ہین کہ کیا کہئے اور کڑوی دوائین اور فصد کی
قطع و برید جراح اگرچہ سر دست سرمایہ تکلیف ہی مگر انجام کار وہی راحتین اُنکے ساتھ لگی ہوئی ہین اس بات کو دیکھ کر
یون معلوم ہوتا ہی کہ یہ چیزین حقیقت مین امور تکلیف و نفع وضرر ایسے ہین جیسے باعتبار گرمی و سردی خشکی و تری مزاج کو
عنصری معلوم ہوتا ہی یعنی جیسے وہان اشیاء متضادہ کے اجتماع سے ایک مزاج مرکب حاصل ہوجاتا ہی ایسے ہی یہان بھی
سمجھو مرکبات عنصری کی ترکیب مین اگر معلوم ہوتی ہی تو ایسی بات معلوم ہوتی ہی کہ گرمی سردی خشکی تری ساری یا

مرکبات مذکورہ بین معلوم ہوتی ہین ورنہ ترکیب کرتے ہوئے کسنے خدا تعالیٰ کو دیکھا ہی جب ہم اپنے بدنمین کچھ دیکھتے ہین کچھ
قلیل وکثیر یبوست ہی تو یہ سمجھ مین آتا ہی کہ ہمارے بدنمین جزو خاکی ہی ورنہ اس یبوست کی اور کیا صورت تھی کیونکہ
یبوست خاصہ خاک ہی سوا اسکے اور کسی چیز مین یہ بات نہین ہو تو جزو خاکی کی یہ تاثیر ہی کہ ہمارے بدن مین یبوست
پائی جاتی ہی اسیطرح رطوبت بھی کسیقدر کسیقدر اپنے بدنمین موجود ہی اور وہ خاصہ آب ہی اسلیے یہ بات واجب التسلیم ہوگی کہ آب
بدنمین بلاریب جزو آبی ہوگا علی ہذا القیاس ہوا اور آگ کا سراغ نکل آتا ہی مگر یہ بھی ظاہر ہی کہ جیسے یبوست اور رطوبت
باہم ضد یکدگر ہین اور آب وخاک اسباب مین مخالف یکدگر ہین ایسے ہی معدن راحت کچھ اور ہوگا اور معدن تکلیف کچھ اور ہوگا
جیسے مرکبات عنصریہ باعتبار کمی بیشی رطوبت و یبوست حرارت و برودت مختلف ہین اور اُسکی یہ وجہ ہی کہ کسی مین
خاک زیادہ ہی کسی مین پانی زیادہ اسیطرح باعتبار راحت و تکلیف کے مرکبات کو خیال فرمائیے کہ انکی اصول بھی اسیطرح
جدی جدی ہونگی اونہین مین سے لیلو اگر سامان آرام و تکلیف کو بنایا ہوگا اور اُن اصول مین ایک ایک بات کے سوا
اسیطرح اور کچھ نہوگا جیسے آب و خاک اصول رطوبت و یبوست مین ایک ایک ہی چیز ہی دوسری چیز نہین اس صورت مین
ایک ایسا مقام اور طبقہ ماننا پڑیگا کہ جہان فقط آرام ہو تکلیف مطلق نہو ہم اُسکو بہشت کہتے ہین سہ بہشت آنجا کہ
آزارے نباشد اور ایک ایسا مقام اور طبقہ ہوگا کہ جہان فقط تکلیف ہی تکلیف ہوگی آرام کا نام و نشان نہوگا
ہم اُسکو دوزخ کہتے ہین بالجملہ جیسے رطوبت یبوست وغیرہ کیفیات جسمانی کے لئے ایک جدی جدی اصل اور
جدا جدا طبقہ ماننا لازم ہی اسی طرح آرام و تکلیف کے لیے بھی جدی جدی اصل اور جدا جدا طبقہ ماننا لازم ہی رہی یہ
بات کہ وہ کہان ہین اور کدھر ہین یہ سوال از روی عقل قابل استماع نہین موجود ہونیکے لیے یہ لازم نہین کہ ہمکو معلوم بھی
ہو اگر ہو تو اس زمین مین ہزار ا متعلقات اور اشیا ایسی ہین کہ ہمکو معلوم نہین اگر زمین اور آسمان کے اندر ہو اور ہمکو معلوم
نہو تو کیا محال ہی اور ہو اور زمین و آسمان کے باہر ہو تو کیا ممتنع ہی اور اسی تقریر کے ساتھ وجہ ثبوت شیطان و ملائکہ بھی
مولوی صاحب بیان کر گئے تفصیل اسکی یہ ہی کہ آدمی کی رغبت اور توجہ ہر دم فقط نیکی یا بدی ہی کیطرف نہین رہتی کبھی
آدمی کا دل نیکی کیطرف راغب ہی تو کبھی بدی کیطرف مائل ہی اس اختلاف رغبت و میلان سے صاف ظاہر ہی کہ ترکیب
روحانی بیشک ایسے دو جزو سے ہوئی ہی جو باہم متضاد ہین ورنہ ایک شے سے یہی دو مختلف نتیجے کا پیدا ہونا ایسا ہی محال
جیسے ایک عنصر خاکی یا آبی سے مثلاً یبوست و رطوبت دونوکا پیدا ہونا محال ہی جیسے وہان ایک ضرورت ہی اگر یہ دونو

کیفیتیں کہیں مجتمع ہو جائیں تو وہ عنصر مذکور ضرور ہی مجتمع ہونگے ایسے ہی یہاں بھی خیال فرمائیے پر جیسے وہاں ایک
کیلیے ایک جدا طبقہ ہے ایسے ہی یہاں بھی ہر ایک کیفیت کا ایک جدا ہی طبقہ ہو گا جیسے وہاں ہر طبقہ میں ایک ہی خاصیت و کیفیت
ہے ایسے ہی یہاں بھی ہو گا اسلیے یہ بات خواہ مخواہ ماننی پڑیگی کہ ایک گروہ تو مخلوقات میں ایسی ہو گی کہ اسکی خاصیت اصلی
بھلائی اور نیکی کیطرف رغبت ہو گی یوں جیسے بوجہ برف پانی میں برودت آجاتی ہے ان میں بھی اگر بوجہ خارجی برائی کیطرف
رغبت آجائے تو آجائے اور ایک گروہ مخلوقات میں ایسی ہو گی کہ انکی خاصیت اصلیہ برائی کیطرف رغبت ہو یوں جیسے آگ میں
بوجہ آب برودت آجاتی ہے اگر بوجہ خارجی بھلائی کیطرف رغبت ہو جائے تو ہو جائے پہلے گروہ کو ہم ملائکہ کہتے ہیں اور دوسرے گروہ کو
ہم شیاطین کہتے ہیں جیسے مزاج مرکبات عنصریہ میں بامداد خارجی ہی فرق آجاتا ہے اور ایک خلط کا غلبہ ہو جاتا ہے چنانچہ بسبب
گرم غذاؤں اور دواؤں کے کھانے سے گرمی اور سرد غذاؤں اور دواؤں کے کھانے سے سردی پیدا ہو جاتی ہے اور مزاج اصلی میں
تغیر آجاتا ہے ایسے ہی یہاں بھی بوجہ امداد خارجی رغبت طبعی میں تغیر آجائیگا یوں نہ آئیگا بالجملہ ملائکہ اور شیاطین کا وجود یقینی ہے
یہاں تک اسوقت مولوی صاحب نے بیان کیا اور اسکے بعد مولوی صاحب کی اور تقریریں اسباب میں معلوم ہوئیں انکو بھی درج
اوراق کیا جاتا ہے اسلیے یہ گزارش ہے کہ اس تقریر سے تو فقط ثبوت شیاطین و ملائکہ اور ثبوت جنت و دوزخ معلوم ہوا اور
معلوم ہو جائیگی پر یہ کہنا کہ اگر شیطان کو مانیے تو یہ معنی ہونگے کہ گویا خداوند عالم نے اپنی ملک میں ایک قزاق اپنی طرف سے
چھوڑ دیا ایسا ہی ہو گا کہ گویا پانی آگ ہوا وغیرہ کے نفع اور نقصان کا خیال کر کے کوئی شخص باوجود دلالت رطوبت و گرمی
وغیرہ یہ کہہ بیٹھے کہ اگر جسم انسانی میں آگ ہے تو یوں کہو خدا نے ایسا کیا کہ کوئی شخص اپنے آپ چھپر بنائے اور پھر آپ ہی
اوس میں آگ بھی لگا دے تو یہ بجز بے عقل ہے نہ وہ قرین قیاس باطل جیسے باوجود دلالت آثار وجود عناصر میں بوجہ
مذکور تامل کرنا عاقل کا کام نہیں ایسے ہی باوجود دلالت آثار مشار الیہ وجود شیاطین میں بوجہ مذکور تامل ہو گا اور
عقل سے دور ہے جیسے ترکیب انسانی عناصر متضادہ سے بدلالت فطرت سلیمہ اسلیے ہے کہ اس ترکیب سے ایک عمدہ نتیجہ پیدا ہوا
جسکو مزاج و ترکیب کہتے ہیں اور جسکے وسیلہ سے ہزاروں آثار عجیبہ نمایاں ہوئے جو حیوانات میں مشہود ہوتے ہیں ایسے ہی ترکیب
عالم میں شیاطین و ملائکہ وغیرہ کا ہونا بیشک ایسے عمدہ نتیجہ پیدا کریگا کہ کیا کہیے اور کیوں نہو حسن و جمال میں بھلی بری دونو
قسم کی چیزیں ہوتی ہیں مکان عمدہ وہی ہے جسمیں پاخانہ بھی ہو یہ نہیں کہ سوا پاخانہ اور سب چیزیں ہوا کریں
پاخانہ نہو حالانکہ پاخانہ کا برا ہونا ایسا نہیں جو کوئی نہ جانتا ہو آدمی خوبصورت وہی ہے جسمیں آنکھ ناک کا حسن کیسا ہی

رو و مژگان میں زلف و خط و خال بھی ہوتا حالانکہ خط و خال و ابرو اور زلف و مژگان کی بدشکلی انکو ننگ سے ظاہر ہے اگر یہ اتفاقاً نہو
کان ناقص ہو اور خط و زلف و خال و ابرو و مژگان نہو تو آدمی کا جمال ناتمام ہے جب ایسی ایسی زیادہ آتی چیزیں و شمن میں احتیاج
ضرورت ہوئی تو ایسے یگانہ زمانہ کو حسن و جمال کیلیے جسکو عالم و جہان کی زینت کہیے کیونکر اس احتیاج کی ضرورت نہو گی اور نہیں تو یہ
بیان عالم میں کہاں آئی ہیں اور یہ کیفیت نہیں کیونکہ ظاہر ہے نحن نقص علیک احسن القصص بر ابہ اسلام آرام کلیات سب نہیں چاہتیں اور یہ دلالت
بلکہ یہ بات ثابت ہو چکی کہ وہ بھی موجود ہیں تو پھر اس قسم کے اعتراض جیسے پنڈت صاحب نے پادری صاحب پر کیے تو ویسے ہی اہل عقل
صاحب کے نزدیک صحیح نہونگے اب اور سنیے شاہجہانپور کے بازار میں مولوی صاحب اور انکی رفتار گفتار کا ذکر ہوا تو ہندو دوکاندار
کی انگلیاں دانتوں میں تھیں اسکے بعد ضلع سہارنپور میں بعض صاحب بالنسبت پھر آئے تو مولوی ذوالفقار علی صاحب ڈپٹی انسپکٹر
مدارس سرکاری ضلع سہارنپور کہ جن کو مولوی صاحب سے [illegible] فرمایا کہ ایک صاحب کیھری لعل نام ساکن سہارنپور ہیں انکو بھی اس قسم کی
تحقیقات کا شوق ہو گیا تھا پیارے لال صاحب سے انکی خط و کتابت بھی تھی اور اس دفعہ وہ خود بھی اس میلہ میں تشریف لیگئے تو
جب میری انکی ملاقات ہوئی تو انہوں نے بھی ویسا ہی بیان کیا جیسا اہل اسلام نے آکر بیان کیا تھا بلکہ اسکو سنکر یہ بھی
بیان کیا کہ ایک مولوی صاحب قاسم علی نام اسطرف کے تھے انکا حال کیا بیان کیجیے انکے دلپر تو علم کی سرسوتی ایسی ہی تھی سو
زبان سے معلوم ہوا کہ سرسوتی زبان سنسکرت میں علم کی دیوی کو کہتے ہیں علی ہذا القیاس بعض صاحب جو بعد اس قصہ کے ملے تو انسے
معلوم ہوا کہ وہ بھی ساکن شاہجہانپور ہیں اور وہ میلہ میں بھی تشریف لیگئے تھے انکی یا اونکے بعض آشنا انکو میلہ کی برخاست
ہونے کے اگلے روز ایکبار اتفاق ہوا راہ میں ہندو گنوار جوٹ انکو یہ کہتے ہوئے سنا کہ پٹھان جیتے جو کہ شاہجہانپور میں اہل اسلام
اکثر پٹھان ہی ہیں چنانچہ اسی وجہ سے وہ شہر پٹھانوں کا مشہور ہے تو ہندو گنوار سب ہی اہل اسلام کو جو میلہ میں آئے تھے
پٹھان سمجھے تھے فقط اب التماس احقر حروف یہ ہے کہ گو میں نے تامقدور اصل حال میں کمی بیشی نہیں کی اسی لیے جو باتیں
ایسی تھیں کہ کسی تقریر سے مستنبط ہوتی تھیں یا اوسکے مناسب تھیں پر انکے ذکر کی نوبت نہ آئی تھی انکو حاشیہ پر لکھدیا ہے تاہم
اسوقت کے الفاظ یاد نہیں رہے اور نہ بہت سے مضامین کی ترتیب [illegible] اطمینان ہو سکتا ہے مجھ کو یہ شبہ ہے کہ تقدیم و تاخیر
ہو گئی ہو اسلئے یہ عرض کر دیا تاکہ کسی صاحب کو اندیشہ احتمال نہ ہو مگر ہاں یہ جو کچھ عرض کیا ہے انشاء اللہ کوئی بات زیادہ
[illegible] سو آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد وآلہ وصحبہ اہل بیتہ وازواجہ اجمعین